

## اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

## اکتا لیسوں ریکوز لیشنڈ اجلاس

# بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ موئیہ 06 / جولائی 2021ء برداشت برق 25 ذیقعد 1441 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	چینز مینوں کا پیشہ۔	04
3	رخصت کی درخواستیں۔	04
4	دعاۓ مغفرت۔	05
5	ذیل نکات پر بحث:	05
1	۱۔ پولیس کی بکتر بندگاڑی سے اپوزیشن ارکین اسمبلی کو کچانا۔	
2	۲۔ بلوچستان کے وسائل کو غیر آئینی اور غیر قانونی طور غیر منتخب لوگوں کے ذریعے تقسیم کرنا۔	
3	۳۔ گزشتہ تین سالوں میں دوسارب روپے کا واپس کیا جانا۔	
4	۴۔ بجٹ بنتے وقت حکومت کو بجٹ کا علم نہ ہونا۔	
5	۵۔ بجٹ منظوری کے وقت اپوزیشن ارکین اسمبلی کا تھانے میں ہونا۔	
6	۶۔ حکومتی ڈلیٹریشپ۔	
7	۷۔ سابق سینئر مردم حوم عثمان کا کڑ کو خراج عقیدت پیش کرنا۔	
6	تعزیتی قرارداد مبنی:- جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب۔	13

## ایوان کے عہدیدار

اپیکر----- میر عبدالقدوس بزنجو

ڈپٹی اپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

## ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب طاہر شاہ کاکڑ

اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہ وانی



## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 06 جولائی 2021ء بروز منگل بہ طابق 25 ذی قعڈہ 1442 ہجری، بوقت سہ پہر 04 بجکر 25 منٹ پر زیر صدارت سردار بارخان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔  
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَمَنْ أَحْسَنْ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلٰى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّمَاٰ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١﴾ وَلَا  
تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط ادْفُعْ بِالْتُّقْرِبَةِ هَٰئِي أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي يَبِينَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةً  
كَانَهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٢﴾ وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا الَّذِينَ صَرَرُوا هَٰجَ وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا ذُو حَظٍ عَظِيمٌ ﴿٣﴾

(پارہ نمبر ۲۳ سورہ حم المسجدہ آیات نمبر ۳۳ تا ۳۵)

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کی بات جس نے بُلا یا اللہ کی طرف اور کیا نیک کام اور کہا میں حکم بردار ہوں۔ اور برا برا نہیں نیکی اور نہ بدی جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گو یا دوست دار ہے قرابت والا۔ اور یہ بات ملتی ہے انہی کو جو تحمل رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اسی کو جس کی بڑی قسمت ہے۔ صدق اللہ العظیم۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میں قواعد و انضباط کا رہ بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت رواں اجلاس کیلئے ذیل اراکین اسمبلی کو پہلی آف چیئرمین کیلئے نامزد کرتا ہوں:

۱۔ جناب قادر علی نائل۔ ۲۔ جناب اصغر خان اچکزئی۔

۳۔ سید احسان شاہ۔ ۴۔ محترمہ یلیٰ ترین۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** سیکرٹری اسمبلی! رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

**سیکرٹری اسمبلی:** نواب ثناء اللہ خان زہری صاحب نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست دی ہے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** رخصت نامنظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** سید احسان شاہ صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** میر محمد عارف محمد حسني صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** رخصت نامنظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** میر عمر خان جمالی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** رخصت نامنظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** محترمہ یلیٰ ترین صاحبہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** رخصت نامنظور ہوئی۔ آپ لوگ منتخب نمائندے ہیں تھوڑا دل بڑا کریں۔

**سیکرٹری اسمبلی:** محترمہ مستورہ بی بی صاحبہ نے کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** رخصت کی درخواستیں ختم۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** چونکہ آج اسمبلی کا اجلاس اپوزیشن کے معزز اراکین اسمبلی کی درخواست پر طلب کیا گیا۔ جس میں ان کی طرف سے دیے گئے ذیل نکات پر بحث کی جائیگی۔

**جناب نصراللہ خان زیری:** جناب اسپیکر! چونکہ اپوزیشن نے پورے بجٹ اجلاس کا بایکاٹ کیا تھا ہم یہاں موجود نہیں تھے۔ اس دوران ایک بہت ہی عظیم سانحہ ہوا۔ پشتو نخواہی عوامی پارٹی کے مرکزی سیکرٹری سابق سینیٹر کی شہادت کا ایک المناک واقعہ ہوا۔ تو میری آپ سے request ہے کہ شہید عثمان کا کڑ کی روح کے ایصال ثواب کیلئے فاتح خوانی کی جائے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** ویسے فاتح خوانی تو اُسی وقت ہو گئی ہے۔ مگر آپ اُس نام نہیں تھے لیکن دوبارہ مولوی صاحب! ان کے حق میں دعا پڑھی جائے۔

**میر احمد نواز بلوج:** میر ہزار خان کھوسہ صاحب کیلئے بھی دعا کی جائے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** جی جی! مولوی صاحب! دونوں کے حق میں دعا پڑھیں۔

(دعاۓ مغفرت کی گئی)

آمین۔ ذیل نکات پر بحث کی جائیگی:

۱۔ پولیس کی بکتر بندگاڑی سے اپوزیشن کے اراکین اسمبلی کو کچنا۔

۲۔ بلوچستان کے وسائل کو غیر آئینی اور غیر قانونی طور پر غیر منتخب لوگوں کے ذریعے تقسیم کرنا۔

۳۔ گزشتہ تین سالوں میں 200 ارب روپے کا واپس کیا جانا۔

۴۔ بجٹ بننے وقت حکومت کو بجٹ کا علم نہ ہونا۔

۵۔ بجٹ منظوری کے وقت اپوزیشن اراکین اسمبلی کا تھانے میں ہونا۔

۶۔ حکومتی ڈکٹیٹر شپ۔

7۔ سابق سینیٹر مر جوم عثمان خان کا کڑکو خراج عقیدت پیش کرنا۔

جو معز زار کیں بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں ہیں kindly اپنا نام سیکرٹری اسمبلی کے پاس بھجوادیں۔

ملک صاحب! آپ بحث کا آغاز کریں۔

**ملک سکندر خان ایڈو وکیٹ (قائد حزب اختلاف):** نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ。 أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ。 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ بہت شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! آج کا بینڈا بہت طویل ہے۔ سات نکات پر مشتمل ایجندہ ہے۔ ہم نے تحریراً بھی آپ سے درخواست کی ہے کہ اس اجلاس کو عام طور پر جس طرح kill کیا جاتا ہے اسے kill کیا جائے بلکہ اکیں اسمبلی کو اپنے اظہار کا موقع دیا جائے۔ کم از کم تین دن تک اس اجلاس کو جاری رکھا جائے۔ دوسرا گذارش جناب اسپیکر صاحب! آپ نے چیزیں میں کے پیش کا اعلان کیا۔ محترمہ میلی ترین صاحبہ کو آج کی اس کارروائی میں آپ نے پیش آف چیزیں میں کی لسٹ میں شامل کیا ہے۔ جبکہ سیکرٹری صاحب درخواست پڑھ رہے ہیں کہ She is on leave اور ہمارے سترہ، اخبارہ ساتھی یہاں بیٹھے ہیں۔ ان میں سے کسی کی طرف بھی آپ کا دھیان نہیں گیا۔ آپ تو کم از کم ایک بیلنٹس ہیں۔ اسپیکر ہمیشہ ایک بیلنٹس عمل کرتا ہے اور بیلنٹس کی کاریگا تو ہاؤس کا چلتا یا ہاؤس کے جو تقاضے ہیں، وہ پورے ہو سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب بھی اسمبلی کا اجلاس ہو اس میں آپ بجائے اس کے کے یکطرفہ جائیں، آپ بیلنٹس رکھیں اور حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں کو ساتھ لیکر چلیں، یہ آپ کے فرائض منصبی کا تقاضا ہے۔ جناب اسپیکر! آپ ایک دن نہیں تھے اس دن میں نے گزارش کی۔ اب میں اپنے آپ guilty feel کر رہا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں جو میری گزارش تھی وہ آپ کے سامنے رکھوں۔ جناب اسپیکر! اسلام دشمنوں قوتون نے ایک بل زبردستی منظور کروایا۔ جس کو وقف املاک بل کہتے ہیں۔ اس بل کے ذریعے مساجد اور مدارس پر مکمل کثرول حاصل کرنے کیلئے یہ بل ترتیب دیا گیا تھا۔ جب یہ بل پیش ہوا ہے اسمبلی میں، ہم نے بہت کوشش کی آپ سے درخواست کی، منت کی کہ کم از کم اکیں اسمبلی کو اس بل کے پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ آپ خود بھی پڑھیں گے آپ کو پتہ چل جائیگا کہ اس بل کے پچھے کیا مقاصد ہیں۔ جب مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کی مساجد اور مدارس نکل جائیں گے تو یہی اسلام دشمن قوتون کی خواہش ہے کہ وہ کسی طریقے سے ان چشمتوں کو روکیں جہاں سے اسلامی اقدار اور اسلامی نظام حیات کا flow ہوتا ہے۔ لیکن جناب اسپیکر صاحب! ہماری انتہائی منت و سماجت کے بعد بھی ہماری یہ بات نہیں سنی گئی اور جناب نے وہ بل بغیر پڑھے، بغیر دیکھے، بغیر ارکان کے سامنے پیش کیے اور وہ بل آپ نے منظور کرایا۔ دن گزرتے ہیں لیکن اس بل کیلئے تو خیر تحریر کیں

چلیں گی۔ کیونکہ اسلام اور اسلامی اقدار پر چودہ سو سالوں میں ہزار ہا، لاکھوں جملے ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ نے کامیابی اسلام دشمن قوتوں کو نہیں دی ہے۔ اب بھی نہیں ہوگی انشاء اللہ۔ یہ بل اب بھی مسترد ہو گا۔ جناب اسپیکر! 1961ء میں ایوب نے اسی طرح آغیار کے کہنے پر اسلام دشمن قوتوں کے کہنے پر، ایک عالمی قوانین کے نام سے ایک قانون نافذ کیا جس میں نس قرآنی سے اعتراض کیا گیا۔ نس قرآنی کے مخالف بل پاس ہوا۔ لیکن آج تک اُس بل کا نام کسی نے نہیں لیا۔ اور وہ بل جو دو دفعات تھے نس قرآنی کے خلاف وہ دفعات بھی ختم ہوئیں۔ اور اُس بل کا منہ کالا ہوا۔ تو اس طرح کی، میری گزارش ہو گی کہ تھوڑا سا آئندہ اگر کوئی ایسی بات آتی ہے کم از کم ارکین اسمبلی اس بات کا قانونی، اخلاقی، آئینی حق رکھتے ہیں کہ ان کے سامنے جو بل پاس ہوتا ہے کم از کم رکھا جائے۔ تاکہ وہ مشاورت، تجویز، ترمیم، کوئی ایسی چیز رکھیں تو جناب اسپیکر! میں ابتدا کچھ گزارشات کروں گا۔ بعد میں جناب کی اجازت سے جو پورا ایجاد ہے اس کو کسی اور نام مسمینے کی کوشش کروں گا۔ جناب اسپیکر! 19 مئی 2021ء کو ہم نے انتہائی مودبانہ انداز میں جناب اسپیکر صاحب! توجہ دلائی کہ وقت کی ضرورت اس بات کی ہے۔ وہ روز ہیں آپ کے پاس اسمبلی قواعد کے۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم نے انتہائی عاجزی کے ساتھ ہاؤس اور آپ کی توجہ مبذول کرائی کہ بجٹ سے پہلے ایک پری بجٹ سیشن آپ کے قواعد و انصباط کار کے ضابطہ A-115 کے تحت اسمبلی کا یہ قانون ہے۔ اور جناب اسپیکر! آپ کے حلف میں بھی بڑی وضاحت سے یہ بات ہے کہ آپ قواعد، آئین اور قانون کی پاسداری کو ٹین بنائیں گے۔ اس میں یہ ہے:

It is provided in this Section 115-A. (1) Notwithstanding anything contained in these rules, the Minister for Law and Parliamentary Affairs, in consultation with the Finance Minister, shall include, in the list of business, the general discussion seeking proposals of the Members for the next budget in a session of the Assembly, which is to be held during the months of February to April each year.

جناب ایہ قانون ہے، قاعدہ ہے، آپ پر بھی، بائستڈ نگ ہے گورنمنٹ پر بھی اور ہم پر بھی، کسی بھی رکن اسمبلی پر یہ قانون بائستڈ نگ ہے۔ 19 مئی 2021ء کو ہم نے یہ درخواست کی، ہماری درخواست نہیں سن گئی۔ جناب اسپیکر! پھر 23 مئی 2021ء سے 03 جون تک مسلسل ہر اجلاس میں ہماری یہ کوشش رہی ہماری یہ درخواست رہی کہ یہ ایک ضابطہ ہے، ایک قاعدہ ہے، اس کے مطابق عملدرآمد کیا جائے لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ اُس کے بعد

جناب اسپیکر! 14 جون 2021ء کو ہم نے پھر ایک ریکوز یشنڈ اجلاس کے لئے app کی اور 14 جون 2021ء کو وہ اجلاس طلب ہوا اس میں بھی ہمارے اپوزیشن کے اراکین نے قانونی تقاضے پرے کرنے کی درخواست کی۔ لیکن ہمیں نا تو پارلیمنٹیر یعنی سمجھا گیا نہ اراکین اسمبلی سمجھا گیا اور نہ ہی ہمیں انسان سمجھا گیا ہماری وہ درخواست مسترد کی گئی اُس کی طرف توجہ بھی نہیں دی گئی۔ اس طرح کی کالی گھٹائیں اس اسمبلی میں بہت بُری لگتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج یہ اجلاس ہے، یہ ساری سیٹیں خالی ہیں اس لئے کہ ہم یہاں جس طرح دنیا میں ٹریشری پیپر اور اپوزیشن ایک گاڑی کے دوپیے ہوتے ہیں جیسے Bench and Bar ایک گاڑی کے دوپیے ہوتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے جناب اسپیکر کہ اگر ایک پہبیدہ اسمبلی سے ناکارہ ہو تو دوسرا چل نہیں سکتا۔ لیکن پہنچنے والیں یہاں اس گورنمنٹ نے وہ کوئی گاڑی ایجاد کی ہے جو ایک پہبیدہ پر بھی اڑتی بھی ہے، چلتی بھی ہے، کھنڈرات میں بھی چلتی ہے میں روڑ پر بھی چلتی ہے۔ (ڈیک بجائے گئے) یہ انتہائی افسوسناک ہے یہ جمہوریت کا قتل ہے۔ جناب اسپیکر! یہ جمہوری اقدار کا قتل ہے۔ یہ اس ہاؤس کی اس اسمبلی کی تو ہیں ہے اس لئے ان ضابطوں کو یا اپوزیشن پیپر کو اس پرے process سے نکالنے کے بعد سوچا یہ جارہا ہے کہ ”ان کو ختم کرو تو پھر ہم آسانی سے، آسودگی سے گورنمنٹ چلا میں گے“۔ کیسے چلاوے گے؟ جب تمہارے پاس جو بھی تمہارا اٹاٹا ہے وہ آدھی رات کو بناء ہے۔ ایک رات میں تمہاری پارٹی بنی ہے۔ ایک رات میں تمہارے لوگ آئے ہیں۔ ایک رات میں تمہارے منظر ز بنتے ہیں۔ یہ جو جماعتیں ہیں جو سیاسی و رکزیں جو چالیں، پچاس سالوں سے مختلف حالات سے گزر کر اس اسمبلی کے بارے میں سوچتے بھی ہیں۔ آپ کیسے اکیلا اس کو چلا میں گے؟ آپ فقط ہمیں چلا سکتے۔ اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اب تو گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا، اختلافات ہوتے ہیں جی۔ تین سالوں تک ہم نے اختلافات کی بنیاد پر اس ہاؤس میں رہ کر گفتگو کی۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ اس کے گواہ ہیں کہ اس ہاؤس میں پالیسیاں پارلیمنٹ میں تشكیل دی گئیں۔ ہم نے تجاویز دیں وہاں سے اُن تجاویز کو welcome کہا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ ”واقعاً بھی یہ جو آپ کی تجاویز ہیں یہ اس ہاؤس کی مشترکہ تجاویز ہیں“۔ اس کو گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ ”Policy of Parliament“ میں democratic language کہتے ہیں۔ ہم نے تین سال تک انتظار کیا Policy of Parliament کے لئے۔ لیکن جناب اسپیکر! یہاں صرف غلط بیانی پر گزارا ہوتا رہا۔ تو اب یہ جو ہمارا احتجاج تھا، جو ہماری درخواست تھی، جو قانونی ایک ہم نے تقاضہ کیا، جب اس کو مسترد کیا تو 15 جون کو ہم نے اسمبلی کے باہر احتجاج کیا۔ آج تک جناب اسپیکر! پوری دنیا میں کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ یہاں کے تو اس حکومت کے یا ان لوگوں کی تو یعنی وہ سیاسی اختلاف نہیں، وہ ذاتی ایک سوچ ہے کہ ان کو crush

کروان کی جانیں لو، ان کو ختم کرو۔ تو ایسی صورت میں پھر کیسے یہ چلے گا اور کیا اس کا مستقبل ہوگا؟ ہم نے احتجاج کیا۔ یہ دنیا میں کبھی بھی نہیں ہوا ہے جناب اپسیکر صاحب! جب اسمبلی کے اراکین مجبور ہو کر، ان کی کوئی بات نہ سنی جائے اور بدمعاشی کے ذریعے اپنی منافی کی جائے اگر وہ احتجاج کرتے ہیں تو ایسی کہیں بھی مثال نہیں ہے کہ حکومت وقت چیف ایگریکٹو ان مظاہرین ایکم پی ایز سے، حزب اختلاف کے مظاہرین اراکین اسمبلی کے پاس نہ جائیں، دریافت نہ کریں ایسی مثال نہیں ہیں لیکن اس طرح سے ہیں کہ ڈیٹھر شپ میں بھی یہ بات سنی جاتی ہے آمریت میں بھی یہ بات سنی جاتی ہے بادشاہت میں بھی یہ بات سنی جاتی ہے ان تینوں مناظر سے ہٹ کر ایک بدترین آپ اس کو ڈیٹھر شپ یا جنگل کا قانون کہہ سکتے ہیں اور اس کا کوئی نام نہیں ہو سکتا یہ درندگی کا قانون ہے کہ اپنے opponent کو eliminate کرو۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے کہ آپ ان کو eliminate کریں۔ یہ جن لوگوں کو تنگ کر کر کے تین سالوں کی محنت و سماجت کے بعد بھی اگر انکو دیوار سے لگایا جاتا ہے، جب وہ منہ پلتتے ہیں، پھر وہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور پھر وہ ہر وہ قدم اٹھاتے ہیں جو ان کے حقوق کے تحفظ کا باعث ہوتا ہے۔ 18 تاریخ کو جناب اپسیکر! یہ democratic process میں عام ہے، ایک احتجاج کے طور پر، نواب اسلام خان ریسنسنی بلوچستان کے وزیر اعلیٰ رہے ہیں۔ بلوچستان کے عوام کے ساحل اور وسائل کے محافظ رہے ہیں۔ وہ بھی ایک احتجاج کی صورت میں اس میں گیٹ پر تھے۔ باقی جگہوں پر بھی۔ احتجاج کی صورت میں حزب اختلاف کے اراکین تھے۔ کیا یہ کوئی زیب دیتا ہے اس حکومت کو کہ بجائے اس کے کو پوچھا جائے کہ معزز اراکین آپ کے کیا سائل ہیں آپ کیوں احتجاج پر ہیں؟ ان پر بکتر بندگاڑی چڑھائی جائے ان کو کچلا جائے ان کو موت کے منہ میں دیا جائے۔ یہ آج تک نہیں ہوا ہے۔ اور یہاں ہوا ہے سرعام ہوا ہے ساری دنیا نے دیکھا ہے بکتر بندگاڑی یا تو واگہ پر دشمن کے مقابلے میں ہو گی یا انڈیا کے کسی دوسری سرحد پر۔ لیکن بلوچستان اسمبلی، زرغون روڈ پر ایک اہم، ممبران صوبائی اسمبلی پر بکتر بندگاڑی چڑھانا انتہائی ظلم ہے، اتنا ظلم ہے کہ الفاظ سے اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب ایسا ظلم کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا قانون ہے جناب اپسیکر صاحب! کہ ظلم جب بڑھ جاتا ہے پھر مت بھی جاتا ہے۔ ہمارا ایکم پی اے عبدالواحد صدیقی اُن کا بازو دو جگہوں سے ٹوٹ گیا۔ کوئئی میں علاج ایک دو دن ہوا لیکن بعد میں انہیں ریفر کیا گیا اسلام آباد میں اُن کا آپریشن ہوا۔ آج تک وہاں under treatment ہیں۔ کیا ہماری اور گورنمنٹ کی کوئی ذاتی، جانی، علاقائی، مقامی کوئی بدی ہے؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ اقتدار ہیں، ہم حزب اختلاف ہیں۔ ہم اپنی گزارشات ان کے

سامنے رکھتے ہیں وہ انہوں نے دیکھنا ہے۔ لیکن آج تک کسی بھی ٹریشری پنzer کے کسی بھی رکن کو اللہ نے یہ توفیق نہیں دی کہ صدیقی صاحب جو hospitalized ہیں ان کی باز پرس کریں۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا ہے۔ بلوچستان ایک روایتی صوبہ ہے۔ یہاں ہمیشہ جب کسی کے ہاتھ سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو وہ لوگوں کو جمع کرتا ہے اور لوگوں کو لے کر وہاں جس کے ساتھ ظلم ہوا ہے اُس کے پاس جاتے ہیں، میرڑ ہوتا ہے، نوات ہوتا ہے جرگہ ہوتا ہے۔ اور اپنے کیے کی وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ غلطی ہوئی ہے۔ لیکن یہاں میں نہیں سمجھتا کہ یہ روایات بلوچستان کی کہاں گئیں؟ اخلاقی قدریں کہاں گئیں۔ ابھی تک تو اللہ نے زندہ رکھا ہے۔ دوسری دفعہ جب آپ بکتر بندگاڑی چلا گئیں گے تو شاید ان میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ لیکن یہ یاد رکھا جائے آج ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ یاد دلاتے ہیں ہم ان کو کہتے ہیں کہ اب تم اپنی تمام بکتر بندگاڑیاں، سارے ان ایم پی ایز پر حزب اختلاف کے ایم پی ایز پر چڑھاؤ، ان کو کپل دو۔ لیکن ان کے وہ حقوق جو بحیثیت صوبائی اسمبلی کے ممبر کے ہیں یہ تمہیں ماننے بھی پڑیں گے، تمہیں دینے بھی ہوں گے۔ تم کو اس صوبے میں اب مزید کسی بھی غلط طریقے سے گھپلا کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔ ہم یہ یقین دلاتے ہیں اپنے ساتھیوں کو بھی اور بلوچستان کے عوام کو بھی کہ ہم جانیں دینے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو گئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے ہاتھوں ہماری موت ہو، ہم خوش ہوں گے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ اپنی قوم کے حقوق کے لیے بلوچستان کے عوام کے حقوق کے لیے بلوچستان میں ظلم اور جبر کے خاتمے کے لیے بلوچستان میں کرپشن کے خاتمے کے لیے بلوچستان میں BAP پارٹی کے projection کے خاتمے کے لیے ہماری جانیں گئی ہیں لیکن ہم نے عوام کے مستقبل کے لیے یہ جانیں دی ہیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) جناب اسپیکر! اس پر بھی بس نہیں ہوا، ہم تو گئے، یہ جتنے بھی ہمارے اپوزیشن کے اراکین ہیں ان کو لے کر زخمیوں کو لے کر۔ انہوں نے اس پر بھی نہیں بخشنا ہماری خاتون ایم پی اے ہیں ہماری بہن شکلیہ دہوار صاحب وہ بھی اس بکتر بندگاڑی کے حادثے میں زخمی ہوئی۔ ہمارے ساتھی با بوعبد الرحمٰن میں گل صاحب یہ بھی زخمی ہوئے۔ ہم ان تمام زخمیوں کو لے کر یہ ایم پی ایز ہم بکلی روڈ تھانے گئے۔ وہاں ہم نے درخواست دی کہ جی خدارا! ہم پر حکومت نے بکتر بندگاڑی چڑھائی ہے۔ ہمیں کچلنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ہمارے زخمی ہیں یہ سالمند ہیں، انہوں نے کہا ”درخواست دو ہم ان پر ایف آئی آر درج کریں گے“۔ ایک دوسری درخواست ہمارے ایک ساتھی شاء اللہ بلوچ صاحب، جب کسی سے یہ پوچھتے ہیں کہ ”جی ایسا کیوں ہو رہا ہے؟“، تو ان کا گریبان پکڑا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ ”تمہاری کھوپڑی اڑا دی جائیگی“، اب وہ ایک ایم پی اے ہے ممبر صوبائی اسمبلی۔ اس سے پہلے ایم این اے رہا ہے۔ اس سے پہلے پیغمبر

رہا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ figure ہے بلوچستان کا۔ اس کو کہتے ہیں ”تمہاری کھوپڑی اڑا دی جائیگی“، ہمارے دوسرے ایم پی ایز اختر حسین صاحب، نصر اللہ خان زیرے، احمد نواز، ان پر بندوق کے بٹ سے۔ احمد نواز کی قمیض آج بھی اپسیکر صاحب! ہم آپ کو دکھاسکتے ہیں کہ بندوق کے بٹ سے ان کی قمیص پھاڑ دی گئی ہے۔ ان کو بندوق کے بٹ سے زخمی کیا گیا۔ تو ہماری درخواست پر آج تک ایف آئی آر درج نہیں ہوئی۔ جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اگر جرم کرتا ہے، کسی جرم کا مرتكب ہوتا ہے تو اس کے خلاف ایف آئی آر درج کی جاتی ہے۔ لیکن آج تک ہماری درخواستوں پر کوئی ایف آئی آر درج نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس جناب اپسیکر صاحب! ہمارے 17 ایم پی ایز شموں میں اس زخمی ہماری خاتون ایم پی اے کے اس کے خلاف بہت ساری دفعات ملا کر کے ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ ہم اس بے انصاف پر نہ رہیں تو کیا کریں۔ ہم زخمی سامنے ہیں ہماری شنوائی نہیں ہمارے خلاف ایک verbal directions پر ایف آئی آر درج ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے یہ ظلم کیا جاتا ہے اور یہ ظلم کیا جا رہا ہے۔ یہ ظلم ہم نے یہی کہا کہ تمہارے ظلم کو خیر مقدم کرنے ہیں۔ تمہارے ظلم اب ان حدود سے گزر گیا جہاں اس ظلم میں باقی رہنا ہے اس ظلم کا اب خاتمه ہو گا۔ تو جناب اپسیکر صاحب! جو باقی نقااط ہیں ان پر میں پھر تفصیل سے گزارشات کروں گا۔ سر دست میری گزارش ہو گی کہ ہمارے ساتھ دنیا کا بدترین سلوک ہوا ہے اور ہم نے، ہماری بے بُی ہے اب جو بھی نوبت آئیگی ہم اس سے جی لینے کیلئے تیار ہیں لیکن مزید لوٹ کھسٹ اور ظلم نہیں ہونے دیں گے۔ بہت شکر یہ۔

**جناب ڈپٹی اپسیکر:** ویسے ملک صاحب! ایک ممبر کو ایک دفعہ بات کرنے کی اجازت دی جائیگی۔

**قائد حزب اختلاف:** جناب اپسیکر صاحب! میں نے شروع میں گزارش کی، کیونکہ ابھی جتنے بھی اس کے نقااط ہیں بحیثیت لیڈر آف دی اپوزیشن اسیں باقی نقااط کے علاوہ ہمارے سنیٹر غوثان خان شہید کو خراج عقیدت۔ تو اس میں پھر۔۔۔

**جناب ڈپٹی اپسیکر:** اصل میں ملک صاحب! اگر ایک ممبر ایک دفعہ اٹھ کر تفصیل پر بات کریں نا۔ ایک دن میں ہم دیکھ لیں گے اگر نہیں ہوا ہم دیکھ لیں گے اس پر غور کر لیں گے۔ اس طرح پھر ہر ممبر سات پاؤ نہیں ہیں، سات دفعہ پھر معزز ممبر ان کو موقع بھی نہیں ملے گا۔ جی۔

**نواب محمد اسلام خان رئیسیانی:** السلام علیکم! جناب اپسیکر صاحب۔

**جناب ڈپٹی اپسیکر:** علیکم السلام۔ جی۔

**نواب محمد اسلام خان رئیسیانی:** اُس دن جو واقعہ رونما ہوا۔ یعنی گملے اس طرف سے گئے، اُس طرف سے

گئے، اگر پارلینمنٹری کمیٹی تشکیل دیں وہ تحقیقات کرے۔ لیکن جناب اپنیکر! ایک بات اس معزز ایوان کے سامنے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اُس وقت جب ہم نے گیٹ بند کیا تو صرف ایم پی ایز تھے ہم نے ان کو گیلوں پر تقسیم کیا ہوا تھا، کچھ ہمارے ایم پی اے صاحبان اُس گیٹ پر تھے کچھ اس گیٹ پر۔ اور اس دوران ہم نے محضوں کیا کہ سرکار اپنے سرکاری جرکو، اپنی طاقت کو، اپنے ڈنڈے کو استعمال کرنا چاہتی ہے۔ تو اُس وقت میں نے حمل کلمتی سے میں نے کہا کہ آپ اپنیکر صاحب کو ملائیں اور انہوں نے میر عبدالقدوس بن جنکو ملایا۔ میں نے اُن سے کہا۔ حالانکہ انہوں نے ٹیلی ویژن میں اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ مجھے کسی نے نہ سرکار نے کہا ہے اور نہ ہم نے کہا۔ لیکن میں نے اُن سے کہا۔ کیونکہ میں نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے میں نے اُن سے کہا کہ ”آپ مہربانی کریں یا آپ وزیر اعلیٰ سے بات کریں یا گورنر سے بات کریں مطلب آج کا اجلاس postponed کریں“۔ لیکن اپنیکر صاحب سرینا ہوٹل میں مصروف تھے وہ چائے پی رہے تھے، کیک، پیشتری کھارے تھے، شاید اُن کو یہ پرواہ بھی نہیں تھی کہ یہاں کیا ہونے والا ہے۔ بہر حال جو بھی ہوا وہ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم نے زور زبردستی سے کیا یا مستی سے کیا۔ ہم نے مستی سے کیا اور نہ زور زبردستی سے کیا۔ ہم پچھلے تین سال سے کہر ہے تھے کہ PSDP میں جتنا حصہ حزب اقتدار کو آپ دے رہے ہیں اتنا حصہ ہم کو بھی دے دیں کیونکہ آدھا بلوچستان تو یہاں بیٹھا ہوا ہے لیکن ہمارے کہنے کے باوجود قائد ایوان نے ایک دن بھی ہماری بات نہیں سنی۔ اور وہ پتہ نہیں کہاں سے اُس کو سناتے ہیں اور وہ آ کے پھر یہاں ٹیلیویژن پر کہی کہتا ہے کہ اُس نے بجٹ دیکھا ہے۔ مطلب یہ عجیب بات ہے۔ یہ تو مطلب پارلینمنٹری سیاست میں ایک عجیب مقام آیا ہے کہ وزیر اعلیٰ کہتا ہے کہ بجٹ نہ حکومتی اراکین نے دیکھا ہے نہ حکومت نے دیکھا ہے اور نہ ہم نے دیکھا ہے مطلب یہ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بجٹ کہاں سے بن کر آتا ہے، ہم نے ہمیشہ کہا ہے کہ ہر چیز برابری کی بنیاد پر ہو، انصاف ہو۔ لیکن سرکار نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اور ہم مجبور تھے ہمارے ساتھ اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہم ایم پی ایز سارے گیٹ بند کر کے ہم بیٹھے کہ کم از کم ہماری بات تو کوئی سنے۔ لیکن اسوقت بھی ہماری بات نہیں سنی۔ اور انہوں نے یہاں ہمارے تین، چار ایم پی اے صاحبان اس مسجد کے قریب جو گیٹ ہے یہاں وہ کھڑے تھے گیٹ بند کر کے اور ان پر بکتر بند گاڑی چڑھائی گئی۔ اس کا تو جناب اپنیکر! آپ نوٹ لیں۔ اور اس پر انکو اڑی ہونی چاہیے کہ کس آفیسر نے بکتر بند کے ڈرائیور سے کہا کہ ”تم گاڑی گیٹ پر مارو“۔ اور اس ڈرائیور کو مطلب، یہ ڈرائیور اور وہ آفیسر اور جو بھی ملوث ہیں اس گیٹ کے توڑے نے میں اور ہمارے تین ایم پی ایز صاحبان کو ختم کرنے میں اس کی انکو اڑی ہونی چاہیے۔ اس کے خلاف آپ رونگ دے دیں کہ اگر اس طرح بکتر بند

کاڑیاں اسمبلی کے گیٹ کو توڑتی ہوئی اور لوگوں کو روندتی ہوئی اسمبلی میں ایک بھکدڑ مچائیں، مطلب یہ قبل نہ مت ہے۔ ہم سنتے آرہے ہیں کہ بلوچستان میں امن ہے بلوچستان میں انغوا برائے تاداں نہیں ہے۔ لیکن ابھی ہمارے ارباب عبد اللہ کا سی کواٹھایا گیا۔ اُس دن ہم گئے اُس کیمپ میں ہم نے حاضری دی ہمارے بھائی ہیں ہمارے عزیز ہیں اور ہم نے ہمدردی بھی کی۔ اور مطلب یہ بھی سب سے آج ضروری بات یہ ہے کہ بلوج، پشتوں اور جوقو میں بیہاں بھی ہیں ہم سب کو دیکھنا چاہیے کہ آج ان حرکتوں سے فیڈریشن کو کتنا فائدہ ہو رہا ہے یا فیڈریشن کو کتنا نقصان ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسٹبلشمنٹ صحیح ہے کہ ان کے طور پر پاکستان کو سنبھالیں گے۔ ان کے طور پر ہم اسٹبلشمنٹ کو مضبوط رکھیں گے لیکن میرے خیال میں یہ ان کی خام خیالی ہے۔ نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ فیڈریشن کو سیکھار کھنے کے لئے فیڈریشن کو بہتر بنانے کیلئے آپ کو یعنی جتنے بھی فریق ہیں آپ سب کو اعتناد پر لینا چاہیے۔ اور اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم ڈنڈے یا بکتر بند گاڑی کے زور پر یا اقتدار کے زور پر یا ہم ان غواکے زور پر ہم اس فیڈریشن کو قائم رکھ سکتے ہیں تو مشکل ہے میرے خیال میں یہ فیڈریشن اس زورو زبردستی سے قائم نہیں ہو سکتی۔ جناب اسپیکر! یہ جو واقعہ ہوا ہے بیہاں تو آپ کو رونگ دینی چاہیے کہ ایک پارلینمنٹری کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ وہ تحقیق کرے اور اس کے بعد یہ رپورٹ اس ایوان کے سامنے پیش کرے۔ شکریہ جناب۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکریہ نواب صاحب۔ جی نصراللہ خان زیرے صاحب۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** شکریہ جناب اسپیکر۔ اسپیکر صاحب! میں آپ کی اجازت چاہوں گا اور ہاؤس کی بھی اجازت۔ کہ مجھے اسمبلی کے قواعد و انصباط کا مرجم یہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** میں ہاؤس سے پوچھتا ہوں اس حوالے سے۔ تحریک پیش ہوئی؟ آیا تحریک منظور کی جائے؟۔ تحریک منظور ہوئی۔ جی نصراللہ خان زیرے صاحب تعزیتی قرارداد پیش کریں۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** شکریہ اسپیکر صاحب۔ تعزیتی قرارداد۔ ہرگاہ کہ یہ ایوان ملک کے متاز سیاسی رہنماء اور پشتو نخواہی عوامی پارٹی کے مرکزی سیکرٹری اور صوبائی صدر شہید محمد عثمان کا کڑکی شہادت کے المناک اور عظیم سانحکی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے شہید راہنما محمد عثمان خان کا کڑکی بیالیس سالہ سیاسی، قومی اور جمہوری خدمات اور بالخصوص پشتوں قوم کے قومی حقوق کے ساتھ ساتھ ملک کے تمام مظلوم و محکوم عوام اور اقوام کے حق میں بھرپور آواز اٹھانے اور پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں ایک مؤثر آواز بننے، ملک میں قوموں کی برابری، جمہوری فیڈریشن کے قیام، آئین اور قانون کی حکمرانی، پارلیمنٹ کی بالادستی اور آمریت کی قوتوں کے خلاف اور

جمهوری حکمرانی کے لئے، عدالیہ کی آزادی، میدیا کی آزادی، تحریک، بھائی جمہوریت ایم آرڈی، اے پی ڈی ایم، پونم، پشتوں رہبر کمیٹی اور موجودہ پاکستان ڈیکوریٹنگ موسومنٹ کی تحریک میں پُرانچار کردار ادا کیا۔ بالخصوص جب شہید محمد عثمان خان کا کڑ 2015ء سے مارچ 2021ء تک ایوان بالائیں نٹ کے رکن منتخب ہوئے تو شہید رہنمای محمد عثمان خان کا کڑ نے پارلیمان کے محاذ پر ملک کے تمام حکوم اقوام و عوام اور تباہ حال اور لاچار لوگوں کی شہری آزادی کے لئے جو پُرانچار اور مثالی کردار ادا کیا اس کی مثال پارلیمانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لہذا یہ ایوان شہید محمد عثمان خان کا کڑ کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مطالبه کرتا ہے کہ شہید محمد عثمان خان کا کڑ کی شہادت کے المناک واقعہ کی اعلیٰ سطحی عدالتی تحقیقات کی جائے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا تجزیتی قرارداد منظور کی جائے؟ ہاں یا ناں میں آپ لوگ جواب دیں۔

**جناب نصراللہ خان زیریے:** میں اس کی admissibility پر۔۔۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آپ اس کی وضاحت کرنا چاہیں گے؟

**جناب نصراللہ خان زیریے:** جی جناب اسپیکر۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آپ بات کر لیں اسکے بعد منظوری کے لئے پیش کرتے ہیں۔

**جناب نصراللہ خان زیریے:** جناب اسپیکر! یقیناً شہید عثمان خان کا کڑ جو 1961ء میں اس وقت کے ہندو باغ، آج کے مسلم باغ میں، سردار عبدالقیوم خان سرگڑھ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی پہلی تعلیم وہاں حاصل کی۔ پھر کوئی تغیر نہ ہائی سکول سے انہوں نے میٹرک کیا۔ اور بہاولپور کے پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ سے انہوں نے ڈپلومہ حاصل کر کے ایم اے کی ڈگری لی۔ اور 1979ء میں جب بالکل وہ young convening body کے نمبر بنے۔ اور سٹوڈنٹس آر گناہریشن کا انعام ہوا 1984ء میں، تو وہ انکے frist سیکرٹری منتخب 1987ء میں پشاور میں ایک تاریخی کونسل میں وہ پشتو نخواہی اسٹوڈنٹس آر گناہریشن کے مرکزی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ جناب اسپیکر! شہید عثمان خان کا کڑ نے پشتو نخواہی اعوامی پارٹی کے صوبائی جزل سیکرٹری، صوبائی صدر اور پھر مرکزی سیکرٹری کے عہدوں تک انہوں نے پارٹی کو عوام میں منظم کرنے اور بالخصوص پھر اس سے پہلے طباء محاذ پر ملک کی تمام یونیورسٹیز میں انہوں نے طلباء تنظیموں کو منظم کیا۔ جزل ضیاء کی فوجی آمریت کے دور میں انہوں نے پاکستان پروگریسو اسٹوڈنٹس الائنس پی پی ایس اے کا وہ اہم لیڈر رہا۔ مارشل لاء کے خاتمے میں ان کا کردار رہا۔ اور جب 17 کتوبر 1983ء کو کوئٹہ شہر کی سڑکوں پر اس وقت کے جزل رحیم الدین نے ایم آرڈی

کے اور پشتو نخواں مشن عوامی پارٹی کے مشترک جلوس پر گولیاں برسائیں، جس میں ہمارے چار کارکن شہید ہوئے۔ تو اس مظاہرے میں بھی شہید عثمان خان کا کڑ موجود تھے۔ جناب اسپیکر! عثمان خان کا کڑ پارٹی کو منظم کرنے میں وہ ایک اعلیٰ مہارت رکھتے تھے انہوں نے تمام پشتو نخواں طلن میں پنجاب سندھ اور دیگر علاقوں میں انہوں نے پارٹی کو منظم کیا۔ انہوں نے جو تحریکیں بنیں، پونم سے لے کر کے پشتوں بلوچ سندھ فرنٹ تک، پشتوں رہبر کمیٹی، اے پی ڈی ایم اور موجودہ پی ڈی ایم میں وہ ایک اہم حیثیت رکھتے تھے۔ جب بھی پی ڈی ایم کا اجلاس ہوتا تھا اُس وقت اُنکی رائے کو اُنکی تجویز کو اولیت دی جاتی تھی۔ جناب اسپیکر! وہ ایک ایسے رہنماء کے روپ اختیار کر گئے جب وہ 2015ء میں ایوان بالا کے رکن بنے تو انہوں نے نہیں دیکھا کہ میں پشتو نخواں (میپ) کے ممبر کی حیثیت سے ہوں۔ نہیں جب بلوچ پلٹم ہوا جب حیات بلوچ کا واقعہ ہوا تو انہوں نے جس طرح آواز اٹھائی، جب بلوچ منگ پرسنر کے حوالے سے انہوں نے وہاں جس طرح آواز اٹھائی انہوں نے ساہیوال پنجاب میں جو واقعہ ہوا اس واقعہ کو جو دباؤ کی حکمرانوں نے کوشش کی اس مسئلے کو انہوں نے اٹھایا انہوں نے سندھ کے مظلوم عوام کی بھرپور آواز اٹھائی انہوں نے فاتا جو سطی پشتو نخواں کہلاتا ہے جسے زبردستی خبر پشتو نخواں میں وہاں کے عوام کی مرضی بغیر شامل کیا گیا فاتا میں سطی پشتو نخواں میں جو ستر ہزار لوگوں کو شہید کیا گیا، ٹارگٹ ٹکنگ کی گئی، علی وزیر کے خاندان کے سولہ افراد کو شہید کیا گیا۔ جب فاتا کے اربوں کھربوں روپے کے مارکیٹوں کو ملیا میٹ کیا گیا تو اس سے وہاں کے عوام کی آواز اٹھائی۔ انہوں نے کراچی میں نقیب اللہ محسود کے خلاف جو وہاں کا بدنام زمانہ ٹارگٹ کلر، راؤ انوار، جس کو ایک دن بھی ہتھ کڑی نہیں لگی اس کے خلاف انہوں نے آواز اٹھائی۔ وہ ایک ایسے محبوب رہنمابن گئے جناب اسپیکر! جس کی ہم مثال نہیں دے سکتے۔ اپوزیشن لیڈر صاحب کل گئے تھے وہاں فاتح کے لئے۔ اُن کی تقریر میں نے سنی انہوں نے بجا فرمایا کہ شہید عثمان خان کا کڑ کا اکیسویں صدی کے اُن عظیم شہداء میں شمار ہوتا ہے۔ اور اس نے بجا فرمایا ہے جناب اسپیکر! 17 جون کو اور اس سے پہلے 16 جون کو جب ہم نے چار راتیں اسمبلی کے باہر یہاں ہم سب نے گزاری تھیں وہ 16 جون کو آئے ان ممبر ان اپوزیشن کے ساتھ انہوں نے اظہار تکمیل کیا۔ وہاں انہوں نے تقریر کی اور اس تقریر کے بعد میری خود بھی اُنکے ساتھ وہ آخری ملاقات تھی۔ اور 17 اگست کو جب وہ گھر آتے ہیں پانچ بجے سے لیکر کے ساڑھے چھ بجے کے درمیان ریاستی دہشتگردوں نے جا کر کے اُن کو گھر میں ایک ایسا کاری ضرب لگایا اُن کے لفٹ سائیڈ پر کہ ہم نے اور ہمارے دوست وہاں جو تھے انہوں نے جب بعد میں پتہ چلا گھر والوں کو، گھر میں صرف دو تین بچیاں تھیں۔ اور وہاں وہ اکیلا تھا اپنا جو بیٹھ ک تھا۔ ہم یہ سمجھے کہ شاید دل کا دورہ پڑا ہے۔ لیکن جب اس کا CT Scan کیا گیا تو پتہ چلا

کہ اتنا کاری ضرب لگا ہے، ڈاکٹر کے مطابق، نیرو سرجن کے مطابق، کوئی کسی دس منزلہ چھٹ سے سر کے بل گرایا ہو، اس قسم کا اُس پر چوت لگی ہے۔ یہاں جس ڈاکٹر نے پروفیسر نے اُس کا آپریشن کیا۔ اُس نے کہا کہ میڈیکل زبان میں ہمیں تین چار ونڈو بنانے پڑے، تب جا کر ہم اُس کے وہ آپریشن کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے۔ لیکن اُس کی نتام کھو پڑی کو اور تمام سرکوکھول دیا گیا تھا۔ وہ وینٹی لیٹر پر رہے۔ دو دن پھر ہم نے انہیں منتقل کیا کراچی۔ اور پھر وہ سیاہ دن آیا 21 جون کا جب آغا خان ہسپتال کے بورڈ نے کہا کہ یہاں پر بھی اُن کے دماغ کو آسیجن پہنچانے کے لئے میڈیکل زبان میں پندرہ درجے کی ضرورت ہوتی ہے، وہاں اُس وقت صرف چار درجے اُن کو مل رہی تھی۔ جب 21 جون کو انکی شہادت کا اعلان ہوا تو پورے ملک میں پورے پشتونخواطن میں، بیرون ملک جتنے بھی جمہوری لوگ تھے، جتنی بھی عوام تھی اُن پرستہ طاری ہو گیا اور پھر آپ نے وہ آسمان بھی دیکھا، فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا جب کراچی سے انکی لاش روانہ ہوئی اور کراچی سے کوئی تک، حب پہ، پھر وندھ پہ پھر وندھ پہ پھر خضدار، سوراب، اس کے بعد منچر، پھر قلات، کھڈگوچ، مستونگ، وہاں جتنی سیاسی پارٹیاں تھیں میں شکریہ ادا کرتا ہوں اپنی پارٹی پشتونخواہی عوامی پارٹی کی جانب سے، بلوچستان نیشنل پارٹی کا اُن کی تمام قیادت کی، نیشنل پارٹی انکی تمام قیادت کا جمیعت علمائے اسلام انکی تمام قیادت کا، تمام تاجر تنظیموں کا، مزدوروں کا، عوام کا، جتنے بھی لوگ تھے، پروفیسرز تھے، وہ لاکھوں کی تعداد میں انہوں نے کوئی سے مستونگ تک استقبال کیا اور منوں اُن پر پھول کی پیتاں نچھاوار کی گئیں۔ حتیٰ کہ انکے ایبیلس کو بوسے دیئے گئے۔ اور پھر مستونگ سے لیکر کوئی تک یہ جو بیس کلومیٹر کا فاصلہ تھا، یہم نے دس گھنٹے میں طے کیا۔ سریاب روڈنل سے لے کے لکپاس، ہزار گنجی، سونا خان تھانے۔ گاہی خان چوک، پھر یونیورسٹی چوک، موسیٰ کالوںی چوک، امداد چوک، ہاکی چوک اور پھر رسول ہسپتال تک یہ ہزاروں لاکھوں لوگ کھڑے تھے۔ اور پھر آپ نے دیکھا جناب اسپیکر! کہ جب 23 جون کو صبح ہم روانہ ہوئے کوئی سے آپ یقین کریں اتنا رش تھا ہزاروں لاکھوں لوگ تھے کہ ہم نے کچلاک تک محض پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ ہم نے چار گھنٹے میں طے کیا۔ اور پھر بیشکل ہم پانچ چھبوئے مسلم باغ تک پہنچے۔ وہاں لاکھوں کا مجمع تھا۔ اور یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں جناب اسپیکر! دنیا کے نشرياتی ادارے کہہ رہے ہیں کہ اتنا بڑا جنازہ اس ملک میں اب تک نہیں ہوا ہے اس سے آپ انکی محبوبیت کا عوام میں انکی پذیرائی کا آپ اندازہ لگ سکتے ہیں وہ لکنے انہی عوام میں محبوب تھے۔ جناب اسپیکر! پھر ان کی جو فاتحہ خوانی ہوئی۔ تمام زندگی کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے تمام پارٹیوں نے کسی بھی پارٹی نے نہیں تمام پارٹیوں نے اُن کی لیڈر شپ نے اُن کے فاتحہ خوانی پر شرکت کی۔

جناب اسپیکر پشتو نخوا ملی عوامی پارٹی اپنے اس عظیم راہنماء کو، آج کے اس ہاؤس کی وساطت سے انہیں خراج عقیدت پیش کرتی ہے ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ ایک ایسا جو ڈیشل کمیشن کیونکہ پاکستان میں جو ڈیشل کمیشن کی تاریخ کچھ اچھی نہیں رہی حمود الرحمن کمیشن بنا۔ آج تک حمود الرحمن کمیشن کی روپورٹ سامنے نہیں لائی گئی یہاں بینظیر کی شہادت کا واقعہ ہوا وہ دبادیا گیا یہاں پر تو تک کا واقعہ ہوا اس کمیشن کا کچھ نہیں بنا لیکن اور بہت ساری مثالیں ہم دے سکتے ہیں لیکن پارٹی نے مل کر ہم نے وکلاء سے مشورہ کر کے ہماری پارٹی نے فیصلہ کیا کہ اگر حکومت پاکستان شہید عثمان خان کا کڑ کے شہادت کے اس المناک سانحہ کی تحقیقات کرے گی تو وہ سپریم کورٹ کے نجج جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی سر برائی میں، وہ اس المناک شہادت کی تحقیقات کرے۔ اسلئے کہ جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے 18 اگست 2016ء وکلاء کے واقعے کا یہاں پر تحقیقاتی کمیشن قائم کیا تھا۔ وہ کمیشن اور پھر اس نے فیض آباد مدنے کے حوالے سے جو کمیشن تھی، اُس پر روپورٹ لکھی۔ تو پارٹی کا یہ جناب! ہم نے ہمارے چیزیں نے محمود خان اچجزی نے لاکھوں عوام کے سامنے کہا کہ اگر کوئی ریاستی ادارہ ہے اگر حکومت ہے اگر عدالت ہے اگر وہ ایک ایسی تسلی بخش تحقیقاتی کمیشن قائم کرے تو ہم وہاں پر ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ حکومت نے یہاں ہائی کورٹ کا درکاری ایک جو ڈیشل کمیشن بنایا جس سے ہماری تسلی و تشفی نہیں ہو سکتی۔ نہ صرف ہماری پارٹی بلکہ اُنکے کروڑوں مدداحوں کا تمام جمہوری لوگوں کا اس سے کوئی تسلی و تشفی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ جناب جسٹس فائز عیسیٰ قاضی اور سپریم کورٹ اس واقعے کی تحقیقات کرے۔ اگر نہیں ہو سکتا تو اقوام متعدد وہ آکر کے جناب شہید عثمان خان کا کڑ کی اس بھیانہ، المناک شہادت کے واقعے کی تحقیقات کرے۔ جناب اسپیکر! یقیناً باقی موضوعات پر میں بعد میں بولوں گا آخر میں، میں یہ کہوں گا پشتو کے اس شعر کے ساتھ:

— چی اے شہیدہ! سِتا په وینو می قشم دئی۔  
اے شہیدہ! سِتا په وینو می قشم دئی۔  
چہ بہ اَخْلَمْ ده پیڑیو کساتو نه۔

سِتا سورئی سورئی سِینہ می جیرہ نہ دہ۔  
سِتا سورئی سورئی سِینہ می جیرہ نہ دہ۔  
چی را یاد کرم سِتا ده سرو وینو موجود نہ۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکریہ نصر اللہ خان زیرے صاحب۔ جی کھیتر ان صاحب آپ کس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اچھا! اس قرارداد پر بات کرنا چاہتے ہیں جی کریں۔

سردار عبدالرحمن کھیتر ان (وزیر خوراک و بہبود آبادی): جناب اسپیکر! اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے تحریقی قرارداد ہے ایک notable تھا۔ ہم سمجھتے ہیں ایک اچھی روایت ہے سب کے لئے یہ چیز ہونی چاہیے۔ یہاں پر فاضل ممبر نے جو مطالبہ کیا ہے جو ڈیشل کمیشن کا۔ تو ان ہی کی قیادت کے کہنے پر ہماری حکومت نے معزز ہائی کورٹ بلوچستان کے دو Honourable جزو، چیف جسٹس کو request کی۔ انہوں نے دو جزو صاحبان۔ ابھی ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ جو ڈیشل کمیشن قائم ہو چکا ہے۔ اس میں باضابطہ انہوں نے اخبار میں بھی دیا ہے کہ فلاںے فلاںے دن آپ کے پاس اگر کوئی ثبوت ہیں کسی کے پاس بھی ہیں، اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں جناب اسپیکر صاحب! کہ اس میں ہماری حکومت کی کوئی بد نیتی نہیں ہے اس معاملے میں۔ ہمارے قائد جام صاحب چل کے، ایک دن پروگرام تھا موم خراب ہو گیا۔ دوسرا دن باضابطہ فاضل ممبر اس چیز کے گواہ ہیں کہ جا کے انہوں نے فاتحہ کی۔ اور اس سوگوار خاندان سے ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ باقی چونکہ یہ مسئلہ اب جو ڈیشل کمیشن مطلب ہائی کورٹ کے Honourable جزو صاحبان کے حوالے ہو چکا ہے۔ تو اس پر میں مزید کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ تو ہیں عدالت میں میں چلا جاؤں گا۔ ہم آج بھی کہتے ہیں، ہماری حکومت آج بھی کہتی ہے کہ جو جزو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ اسی مٹی سے پیدا شدہ ہیں۔ جتنا حق اس صوبے پر میرا ہے، اتنا ہی حق جو معزز جزو صاحبان بیٹھے ہیں اُن کا ہے۔ اور وہ ہر انسان کو جانتے ہیں، وہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے وہ حکومت پاکستان کے اختیار میں ہے یا سپریم کورٹ کے اختیار میں ہے کہ وہ ان Judges پر عدم اعتماد کرتے ہوئے یا وہ impartial inquiry کا سوال ہے، اس سے بڑا فرم ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ یہیں سے لوگوں کی زندگیوں اور موت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک خاندان کا، ایک شخص کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے کہ وہ اپنی قدرتی اُس کی وفات ہوئی یا شہادت ہوئی ہے۔ یہ ثبوت یہ ساری چیزیں ہم نے انکوارری کوئی Provincial Secretaries

نہیں کی، ہم نے ڈپٹی کمشنر کی نہیں کی بلکہ ہم نے request کی ہے ہائی کورٹ کو اور اس نے مہربانی کی جو ڈیشل کیمیشن بنا دیا۔ تو میری گزارش ہو گئی فاضل ممبر سے کہ اپنے ہی ہائی کورٹ کے Judges پر آپ عدم اعتماد نہ کریں۔ اُن کی رپورٹ آجاتی ہے آپ اپنے ثبوت وہاں پر پیش کر دیں۔ اگر وہ partial کسی کے دباؤ میں آتے ہیں، پھر سپریم کورٹ بھی کھلا ہے، قاضی صاحب بھی اُس کے بہت سال پڑے ہوئے ہیں ابھی تک۔ انشاء اللہ وہ ہمارے لیے ایک بڑا اعزاز ہو گا کہ مستقبل میں وہ پاکستان کا نمبر کے حساب سے چیف جسٹس، اُس کی age کے حساب سے چیف جسٹس کی کرتی تک اُس نے پہنچا ہے۔ انشاء اللہ وہ بلوچستان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہو گا۔ تو میری گزارش یہ ہو گئی کہ اپنے جو ہیں یہ Judges صاحبان نہ میرے ماتحت ہیں، نہ ان کے نہ کسی کے۔ وہ ایک غیر جانبدار عدالت ہے اُس پر اعتماد کریں تو میرا خیال ہے بہتر ہو گا۔ Thank you

very much

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکریہ کھیتران صاحب۔ جی نواب صاحب۔

**نواب محمد اسلام ریسیانی:** نصراللہ خان زیرے نے ایک خواہش ظاہر کی کہ شہید عثمان خان کے شہادت کی تحقیقات کے لیے قاضی فائز عیسیٰ کو مقرر ہونا چاہیے۔ اور اس طرف کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور یہ خواہش حزب اختلاف کی طرف سے بھی ہے اور ہم بھی اسکی حمایت کرتے ہیں کہ قاضی فائز عیسیٰ اس سانحہ کی تحقیقات کریں۔ ہم حمایت کرتے ہیں۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آیا قانونی قرارداد کو۔۔۔ (مداخلت)۔

**جناب نور محمد ذمہ (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا):** جناب اسپیکر۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** اسی قرارداد پر بات کرنا چاہتے ہیں۔! دیکھیں! قرارداد پر بات کرنے کا حق سب کو ہے اگر کوئی بات کرنا چاہے، اسی قرارداد پر بات کریں گے؟ کوشش کریں مختصر بات کریں۔

**وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا:** جی جناب اسپیکر شکریہ، مہربانی۔ قرارداد پر دوستوں نے تو بات کی یقیناً قرارداد بڑی اہمیت کی حامل قرارداد ہے۔ اور عثمان خان کا کڑکی موت کا اور انکی تحقیقات کے بارے میں تو جیسے ہمارے دوستوں نے فرمایا اس قرارداد سے اتفاق کرنا یا اس سے اختلاف کرنا، وہ کسی کا جمہوری حق ہے۔ اور تحقیقات سے میرے خیال میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ اور جہاں تک ابھی اس معاملے کا تعلق ہے، معاملہ جیسے ہو، ساری دنیا کے سامنے ہے۔ controversial statements آئے، معاملہ تھوڑا سا controversial statement ہوا۔ پہلے ایک statement، بعد میں پھر دوسرا statement۔ تو یہ درمیان میں

چلتا چلتا آخر یہاں تک آیا کہ ان کی شہادت ہوئی ہے۔ عثمان کا کڑ پر یقیناً پورے پشتوں بیلٹ بالخصوص کا کڑ قوم کے معتبر شخصیت تھے، سردار تھے، اس پر میرے خیال میں پورے پشتوں، پورے پاکستان کے ساتھ ساتھ ان کا قوم قبیلہ جو کا کڑ قوم قبیلہ ہے، ان کا یہ سارے غمزدہ ہیں۔ اور ان کی یہی خواہش ہے کہ ان کے قوم کی، ان کے قبیلے کی، ان کے خاندان کی کہ عثمان کا کڑ کی شہادت یا موت کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ یہ کم سے کم پتہ چلے کہ یہ عثمان کا کڑ پر یقیناً ایک لیڈر تھا۔ چاہے اُس کا بیان یہ جو بھی تھا، ایک لیڈر تھا اپنی قوم کے لیے ایک سرمایہ تھا۔ لیکن ان کا نیپہانہ قتل جس انداز سے ہوا، جس نے بھی کیا، تو ان کی تحقیقات سے میرے خیال میں کسی کو اختلاف نہیں۔ ابھی بات جناب اسپیکر! جس دن ان کی پارٹی کی قیادت نے پرلس کانفرنس یا میڈیا پر بات کی یا مطالبہ کیا۔ جس طرح ہمارے سردار صاحب نے کہا ہماری Provincial Government روز اول سے اس بات کے لیے بڑی سنجیدگی سے لے رہی تھی اُنکے علاج و معاملے کے لیے ہمارے سی ایم صاحب نے ہر قسم کے تعاون کی پیشکش کی، باہر لے جانے کے لیے بھی یہاں پاکستان کے اندر بھی، اور اُس کے بعد پھر جیسے انہوں نے مطالبہ کیا تو ہمارے سی ایم صاحب ہماری صوبائی حکومت نے جو ڈیشل کمیشن ایک تو Joint Investigation ڈیشل کمیشن کی تشکیل دیا جائے۔ تو پھر اُس پر تو شائد ان کا عدم اعتماد تھا پھر انہی کے ہاتھوں سے ایک مطالبہ آیا کہ جو ڈیشل کمیشن تشکیل دیا جائے۔ تو پھر جناب اسپیکر یقیناً ایک معہ ہے عثمان خان کا کڑ کی موت کا۔ ان کے پاس تو شائد ثبوت ہونگے، ثبوت جو ڈیشل کمیشن ہے، ان کے سامنے لانا چاہیے، میڈیا پر دینا چاہیے، ایک بڑا واقعہ ہے، یہ جو confusion ڈیشل کمیشن بن گیا، اس کے سامنے جو بھی شواہد ہیں ان کو لانا چاہیے، ان کے سامنے رکھنا چاہیے، اُس جو ڈیشل کمیشن کے ساتھ مکمل تعاون کرنا چاہیے۔ تاکہ اس معاملے کا ایک صحیح حل نکل جائے یہاں پر کم سے کم اس معاملے کو politicize نہیں کرنا چاہیے۔ جناب اسپیکر! ان کو سنجیدگی سے لینا چاہیے یہ واقعہ، واقعتاً یہ عثمان کا کڑ کی شہادت یا موت صرف عثمان کا کڑ کی حد تک نہیں ہے، عثمان کا کڑ پر یقیناً پورا پشتوں بیلٹ خصوصاً کا کڑ قوم میں ایک بڑا غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ ہے کہ ابھی مجھے سمجھنہیں آ رہی ہے، میں یہ تو نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کیوں راہ فرار اختیار ہو رہی ہے اس سے، ہمارے جو ڈیشل کمیشن پر عدم اعتماد، ایک ہائی کورٹ کے bench پر مشتمل جو کہ انہی کے مطالبے پر یہ جو ڈیشل کمیشن تشکیل دیا گیا اور پھر پورے Judges

پاکستان میں ایک بندے کا نام لینا تو یہ میرے خیال میں ہماری Judiciary کے ساتھ بے انصافی ہے۔ یہ صوبہ ایک پورا ہائی کورٹ چلا رہی ہے، اس صوبے کے ایک کروڑ بیس پیس لاکھ انسانوں کے انصاف کی توقع اسی کورٹ سے ہے اور یہاں کے جتنے بھی مسئلے مسائل ہیں قتل سے لے کر ہمارے یہاں پر جو بھی انصاف کے تقاضے ہوتے ہیں انہی کورٹ سے ہمارے انصاف کی امید ہے۔ لیکن اُس پر عدم اعتماد کرنا میرے خیال میں ہماری judiciary کے ساتھ ایک قسم کی بے انصافی ہے۔ اور ساتھ ساتھ جناب اسپیکر اس معاملے کی تحقیقات کے ساتھ کسی کا اختلاف نہیں ہے لیکن ابھی مجھے یہ میں نہیں یہ پورے بلوچستان کی سول سو سائٹی اس بات کے انتظار میں ہے کہ یہ معاملہ کہاں تک جائے گا اور یہ کس طرف یہ رخ اختیار کرے گا۔ وقت سے پہلے تو یہاں پر ہر طرف اشارے کئے گئے۔ ہر کسی پر انگلی اٹھائی گئی۔ لیکن ابھی جب موقع آگیا انکوائری کی تحقیقات کی تواب سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ معاملہ کیوں یہ لوگ لمبا کھینچتے جا رہے ہیں یہ۔ اور کیوں اس معاملے سے راہ فرار اختیار کیا جا رہا ہے؟۔ ایک انکوائری ہے کم از کم یہ آنا چاہیے۔ اس شخص کے ساتھ ظلم ہوا ہے اس کے خاندان کے ساتھ ظلم ہوا، اُنکے قوم کے ساتھ ظلم ہوا تو یہاں پر سول سو سائٹی میں بہت سے سوالات جنم لے رہے ہیں۔ تو ان سوالات کا آخر، یہاں ایک اختتام ہو گا کہ جوڈیشل کمیشن کی جو رپورٹ آئیگی تو اُس رپورٹ پر بھرپوری سو سائٹی کا اعتماد ہو گا اور اعتماد ہونا چاہیے۔ یہ میرے خیال میں سمجھ نہیں آ رہی ہے ایک سوالیہ نشان پیدا ہوتا ہے ہر کسی کے ذہن میں کہ پورے پاکستان میں ایک ہی آدمی سے انصاف کا امید کی جاسکتی ہے اور پورے عدالت سے چاہے وہ سپریم کورٹ میں ہو چاہیے Judicial High Court ہو، یہاں کسی سے بھی انصاف کی امید نہیں ہے۔ ایک ہی شخص سے انصاف کی امید کرنا اُس سے یا انصاف کا تقاضا کرنا یہ تھوڑا سا سوالیہ نشان ہے۔ تو جناب اسپیکر! تحقیقات کے حوالے سے اس قرارداد کی ہم بھرپور حمایت کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اس میں ہمارا یہ سوال ہے کہ جو جوڈیشل کمیشن صوبائی حکومت نے تشکیل دی ہے انہی کی demand پر، اس پر بھی آج ہی اس اسمبلی سے یہ قرارداد پاس کیا جائے کہ اس پر عدم اعتمام نہیں ہونا چاہیے اس پر اعتمام کرنا چاہیے اور اُس کو اپنا کام پایہ تکمیل تک لے جانے دینا چاہیے اور انکے ساتھ مکمل تعون کرنا چاہیے۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب!

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکریہ یڈمز صاحب۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** جناب اسپیکر! یہاں کوئی راہ فرار اختیار کرنے کی بات نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! قانونی زبان میں 10 مارچ 2021ء کو شہید عثمان خان کا کڑنے پاکستان کے سب سے بڑے ایوان۔ ایوان بالائیجنی سینٹ میں اپنے الوداعی تقریر میں انہوں نے چیئرمین صاحب کو مخاطب کیا۔ اُس نے کیا کہ ”6 سال

میں میں نے عوام کیلئے بولا ہے مظلوم کیلئے بولا ہے مکوم کے لئے بولا ہے آج میں ایک ذاتی بات کرنا چاہتا ہوں۔“  
اور اُس نے گھل کے کہا کہ ”مجھے دھمکیاں مل رہی ہیں، مجھے اشارے مل رہے ہیں، مجھے پیغامات مل رہے ہیں کہ آپ جو بیانیہ بیان کر رہے ہو، اس بیانیہ سے ہٹ جاؤ۔“ اُس نے گھل کے کہا ہے کہ آپ نے بھی سنा ہو گا سب نے سنा ہو گا۔ اُس نے کہا کہ ”اگر میری جان چلی جائے تو کوئی مسئلہ نہیں۔“ اُس نے یہ بھی کہا کہ ”میرے بچوں کی جان چلی جائے کوئی مسئلہ نہیں۔“ اُس نے کہا ”اگر میری جان، میری شہادت ہوتی ہے تو اس کو گم کھاتے میں نہ ڈالا جائے۔“ جناب اسپیکر! یہ قانونی زبان میں اسے die declaration کہا جاتا ہے۔ سکندر ایڈ ووکیٹ صاحب، ایڈ ووکیٹ جزل رہا ہے، اسپیکر رہا ہے، بہت سارے قوانین وہ جانتے ہیں، وکلاء نے کہا کہ یہ پہلی FIR ہے، جن اداروں کا نام انہوں نے لیا ہے۔ اُس میں واضح طور پر نام لیا ہے اُن اداروں کا Senate of Pakistan میں لیا ہے۔ 100 ممبران ہیں، کسی نے نام نہیں لیا۔ 372 ممبران ہیں قومی اسمبلی میں، کسی نے ایسی تقریر نہیں کی۔ صوبائی اسمبلی کے سینکڑوں، ہزاروں ممبران ہیں پورے پاکستان میں لیکن کہ وہ die-declaration کرتا ہے۔ Mr.Uzman Shaheed is the only person.  
وہ اپنے جو انکا موت کا وہ ہوتا ہے وہ پہلے ہی بیان کرتا ہے کہ ”مجھے ان دو اداروں سے خطرہ ہے۔“ جب اس تک بات پہنچتی ہے تو کوئی مبہم بات نہیں ہوتی۔ کوئی راہ فرار نہیں ہوتی ہے۔ کوئی وہ چیز نہیں ہوتی۔ کوئی معہ نہیں ہوتا ہے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** زیرے صاحب میرے خیال سے۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** اُس کو واضح طور پر شہید کیا گیا ہے۔ جن اداروں کا نام لیا گیا ہے اُن اداروں نے شہید کیا ہے۔ یہ بات واضح ہو، گھل کے ہوا ورعثمان کا کڑنہ کوئی معہ نہیں ہے، وہ تمام بلوچ کا بھی وہ لیڈر تھا، وہ پشتون کا بھی لیڈر تھا، وہ سندھی کا بھی لیڈر تھا۔ وہ ایسا لیڈر تھا جس کے جنازہ نے ثابت سب کچھ کر دیا۔ اور سب اُن لوگوں کے مذہ پر تھپٹ رہا ہے جو اُنکے خلاف تھے۔ وہ جنازہ کے جلوس سے ظاہر ہوا۔ جناب اسپیکر! یہ معہ نہیں ہے۔ یہ واضح die-declaration ہے جو 10 مارچ 2021ء کو شہید عثمان خان کا کڑنے اپنے speech میں کہا ہے۔!

Thank you Mr.Speaker!

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکر یہ۔

**وزیر مکملہ پلک ہیلٹھ انجینئرنگ و واسا:** جناب اسپیکر! ایک بات کی۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** میرے خیال سے بحث و مباحثے سے اچھا ہے کہ قرارداد پر آئیں۔ (مدخلت شور)

جی دومنٹ آپ لوگ تشریف رکھیں۔

وزیر ملکہ پلک ہیلٹھ انجینئرنگ و واسا: on-record ہے لیکن ساتھ ساتھ ایک اور بھی ایک چیز ہے جو نصراللہ خان زیرے اُس کی طرف وہ نہیں جاتے ہیں۔ میں تھوڑا سا ان کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ اُنکے پارٹی کے اندر بھی۔۔۔ (داخلت۔شور۔مائک بند)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: Order in the House دیکھیں! آپ لوگ اگر خود اجلاس خراب کریں گے پھر یہ لوگ آپ کی بات نہیں سنیں گے۔۔۔ (داخلت۔شور)۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی دومنٹ میں conclude کریں اسکو۔ آپ دومنٹ تشریف رکھیں۔ سب کو بات کرنے کا موقع دیا جائیگا۔

وزیر ملکہ پلک ہیلٹھ انجینئرنگ و واسا: جناب اسپیکر! نصراللہ زیرے نے ایک بات کی وضاحت کی کہ وہاں قومی اسمبلی میں عثمان خان کا کڑنے تقریر کی۔ اور اُس نے پیشگوئی کی اور یہاں تک کہ انکو جو دھمکیاں ملی تھیں کہ ہمیں فلاں فلاں قوتوں سے خطرہ ہے۔ لیکن میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اُنکے پارٹی کے اندر جو اختلاف چل رہا تھا۔۔۔ (داخلت)۔ جو اختلاف چل رہا تھا۔ جناب اسپیکر! مجھے ذرا بات کرنے دیں۔۔۔ (داخلت۔شور)۔

جناب نصراللہ خان زیرے: آپ زیادہ وفاداری نہ دکھائیں۔

وزیر ملکہ پلک ہیلٹھ انجینئرنگ و واسا: جناب اسپیکر! مجھے بات کرنے دیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: آپ کو پتہ ہے کہ آپ اسمبلی میں سب سے زیادہ، آپ جو ہے ناں جن کے بل بوتے پر آپ یہاں آئے ہو، اُن پر نازاں مت ہو جاؤ۔ اُن پر نازاں مت ہو جاؤ، آپ کا بھی پھر یہی انجام ہو گا۔۔۔ (داخلت۔شور)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: Order in the House

وزیر ملکہ پلک ہیلٹھ انجینئرنگ و واسا: باقاعدہ عثمان خان کا کڑکو دھمکی دی کہ پارٹی آپ نے نہیں بنائی۔ آپ کے پارٹی میں اختلافات تھے۔ انکو باقاعدہ دھمکی دی تھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: Order in the House

جناب نصراللہ خان زیرے: آپ نازاں مت ہو جاؤ۔ جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب تشریف رکھیں۔۔۔ (داخلت۔شور)۔ زیرے صاحب! تشریف رکھیں۔۔۔ (داخلت۔شور)۔ نصراللہ زیرے صاحب، رکن اسمبلی بغیر مانک کے بولتے رہے۔۔۔ دُمڑ صاحب

تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں قرارداد کی طرف آتے ہیں۔۔۔ (مداخلت۔شور)۔

**وزیر ملکہ پیلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا:** اسکے پارٹی کے اندر جو اختلاف تھا کہ باقاعدہ یہاں تک کہ دھمکی دی گئی تھی۔۔۔ (مداخلت)۔۔۔ وفاداری کی بات نہیں آپ بات کرنے تو دیں۔

**جناب نصراللہ خان زیریے:** نہیں، جناب اسپیکر! انکو آپ بٹھادو۔ انکو بیٹھادو۔ یہ بڑا وفادار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپ ایک دفعہ ایم پی اے بننے ہو ہاں۔ آپ ایک دفعہ آپ نے پیسے لیکر کروڑوں روپے آپ نے چوری۔۔۔ (مداخلت۔شور۔مائیک بند)۔

**وزیر ملکہ پیلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا:** کسی کی خون پر سیاست مت کرو۔ کسی کے بچوں پر سیاست مت کرو۔ آجاؤ۔۔۔ (مداخلت۔شور۔مائیک بند)۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** دُمڑ صاحب تشریف رکھیں۔ شاء بلوج صاحب! دیکھیں! قرارداد جو ہے وہ House کی property ہے۔ اس پر جو ہے ہر کسی کو بات کرنے کا حق ہے۔ قرارداد بھی آپ لوگوں کی طرف سے پیش ہوئی۔ اگر میں اپوزیشن یا۔۔۔ (مداخلت)۔ شاء بلوج صاحب ظہور، نصراللہ خان زیریے۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** جناب اسپیکر! آپ ان کو خاموش کریں۔ سب سے پہلے آپ House میں order تو کروا کیں۔ آپ جناب والا order تو کروا کیں جناب والا۔۔۔ (مداخلت۔شور)۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آپ تشریف رکھیں۔ آپ لوگ بھی تشریف رکھیں دیکھیں۔ جی۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** دیکھیں جناب اسپیکر! ہمارے جو بھی معزز رکن اسمبلی، چاہے اپوزیشن سے ہے، ہم نے ایک رکن اسمبلی نے قرارداد پیش کی۔ اُنہوں نے اس کی feasibility پر admissibility کی پربات کی۔ وہاں سے دوارا کیمن نے اس کے بارے میں جواب بھی دے دیا۔ اس کے بعد اچھڈا ہے۔ ہم تفصیل سے بات کریں گے۔ یہ عثمان کا کڑ کی شہادت کا مسئلہ یہ already اس ایجنسٹے میں شامل ہے۔ باقی جو معزز رکن اس پر بات کرنا چاہیں گے بعد میں بات کریں گے۔ تعزیتی قرارداد ہے۔ تعزیتی قرارداد کو منظوری کے لیے پیش کریں۔ اس کے بعد جتنی بھی اُن کے دل میں ہے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شاء بلوج صاحب! قرارداد جب آ جاتا ہے table ہو جاتا ہے وہ House کی property ہوتی ہے۔ میں کسی بھی ممبر کو جو ہے۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** سر! یہ تعزیتی قرارداد ہے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** اب وہ گورنمنٹ کے ممبر اس پر بات کرنا چاہتے ہیں یا اپوزیشن کے۔

**جناب شناۓ اللہ بلوچ:** گورنمنٹ کے ممبر تعریقی قرارداد کو ممتاز عہد بنانا چاہتے ہیں۔ سر! دیکھیں! ایک شخص جسے پورے بلوچستان کے عوام نے ---

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** ناں ابھی تک تو کھیز ان صاحب نے بات بھی کی قرارداد کی حق میں بات کی۔

**جناب شناۓ اللہ بلوچ:** جناب اسپیکر! دیکھیں ہم بھی قرارداد پر بات نہیں کر رہے ہیں۔ عثمان کا کڑ کو خدا جنت نصیب کرے۔ قرارداد کے حوالے سے ابھی ہم اس پر تعریقی قرارداد پر بات نہیں کریں گے۔ ایجاد کے میں شامل ہے اُس پر ہم بات کریں گے۔ اسی لیے تعریقی قرارداد کی اہمیت۔۔۔ (مداخلت) دیکھیں اس کے بعد دیکھیں یہ اختلافی بنانا چاہتے ہیں تعریقی قرارداد کو یہ پھر دس گھنٹے چلے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک شخص شہید ہوا ہے، پورے بلوچستان اور پاکستان کے حوالے سے ایک عزت و تکریم کا حامل انسان تھا۔ آپ اس کو پیش کریں اگر وہ مخالفت کرتے ہیں تو it

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** دیکھیں دوچار ممبر زاگربات کریں۔ مختصر بات کریں۔

**میر ظہور احمد بلیدی (وزیر مکملہ خزانہ):** جناب اسپیکر صاحب! عثمان کا کڑ صاحب جو ہیں وہ ہم سب کے لیے قابل احترام تھے۔ قوی لیدر تھے۔ اور سینٹ میں بلوچستان کی ایک مؤثر آواز تھے۔ انہوں نے جو ہے زمانہ طالب علمی سے لے کر اس عمر تک جوان کی وفات ہوئی ہے شہادت ہوئی ہے۔ ابھی تک تو معہ clear نہیں ہوا ہے۔ اُن کا بھرپور جو ہے قرار رہا ہے بلوچستان کے تمام لوگوں کے لیے۔ جناب اسپیکر! دیکھیں! جہاں تک بات اُن کی وفات کی ہے، اُس پر حکومت بلوچستان نے بھرپور جو ہے تعاون کیا ہے اُن کی فیملی کے ساتھ۔ even کہ ایک ممبر صاحب نے تمام پلیٹیکل پارٹیز کو خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔ اور اُن کا شکر یہ بھی اُنکا ادا کیا لیکن حکومتی بیان کا جو ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ جناب اسپیکر صاحب! اگر کوئی ممبر بول رہا ہے تو میرا خیال سے اُس کو بولنے دیں۔ جناب اسپیکر دیکھیں! یہ بولنے تو نہیں دے رہے۔ یہ کوئی طریقہ تو نہیں ہے کہ کوئی ممبر بول رہا ہے تو دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔

**میر حمل کلمتی:** جناب اسپیکر۔ آج آپ وہی روں play کر رہے ہو جس دن یہ حالات 18 تاریخ کو پیدا ہوئے دو دفعہ میں آپ کے پاس آیا کہ جناب ڈپٹی اسپیکر حالات خراب ہو رہے ہیں لیکن آپ نے کوئی شناوی نہیں کی۔ آج بھی آپ اسی طرح کر رہے ہیں ہم اسمبلی آئے ہیں۔ گورنمنٹ نے خود کہا کہ آپ اپنا موقف اسمبلی میں آ کر دیں۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** کلمتی صاحب آپ تشریف رکھیں۔

**وزیر مکملہ خزانہ:** اُن کی جواب دہائی رپورٹ تھی، اس کے بعد فیصلی کی طرف سے ڈیماند آیا کہ جی اُن کی جو ڈیشل انکوازری کی جائے۔ حکومتِ بلوچستان نے ہمارے ہوم منٹر صاحب نے پریس کانفرنس کی، جو ڈیشل انکوازری کی یقین دہانی کرائی۔ حکومتِ بلوچستان نے بلوچستان ہائی کورٹ کو ایک خط ارسال کیا کہ آپ مہربانی کریں آپ ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائیں اور وہ جو ہمارا Balochistan Tribunal of Inquiry Ordinance 1969. ہے۔ اُس کے تحت صوبائی حکومت صرف بلوچستان ہائی کورٹ کو لکھ سکتا ہے کہ وہ جا کے تحقیقات کرے۔ تحقیقات ہونی چاہیے، جو بھی حقائق ہیں، جو بھی حرکات ہیں، جس طرح کا بھی واقعہ ہوا ہے، ہم اُن کی فیصلی کے بھی ساتھ ہیں، ہم اُن کی پارٹی کے بھی ساتھ ہیں۔ ہم اُن کے ہمدرد ہیں۔ لیکن ایک قانونی طریقہ کار بھی ہے۔ اب ایک حکومتِ بلوچستان جو مختلف قانون کے پابند ہیں باقاعدہ اُس کے تحت صوبائی اسمبلی نے Balochistan Tribunal of Inquiry Ordinance 1969. منظور کیا ہے۔ اُس کے تحت صرف صوبائی حکومت، بلوچستان ہائی کورٹ کو لکھ سکتی ہے۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ اگر قرارداد پاس کرانا چاہے تو ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن جو گورنمنٹ آف بلوچستان صرف اور صرف ہائی کورٹ کو لکھ سکتی ہے۔ اس سے آگے جو ہے سپریم کورٹ کو وہ وفاق لکھ سکتی ہے کسی بھی حوالے سے۔ اگر وہ کرنا چاہیں تو سینٹ میں اُن کے ممبران بیٹھے ہوئے ہیں وہاں سے قرارداد لے آئیں اور سپریم کورٹ سے کرادیں۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکریہ بلیدی صاحب! آپ نے صحیح کہا حکومتِ بلوچستان کے ہاتھ میں یہ نہیں ہے کہ وہ سپریم کورٹ کو دے دیں۔

**جناب محمد بنین خان خلیجی:** جناب اسپیکر صاحب۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** آپ کو کس نے اجازت دی بات کرنے کی؟ خیر ہے معزز رکن ہیں کر لیں۔ جی جی بنین صاحب کو شکریہ بلیدی صاحب کو دومنٹ لے لیں۔

**جناب محمد بنین خان خلیجی:** جناب اسپیکر! جو قرارداد لے کر آئے ہیں عثمان کا کڑ صاحب کے حوالے سے، اُن کی بلوچستان کے اندر جس طرح سیاسی اور بلوچستان کے عوام کے لیے محبت ہے، مغلص پن ہے، وہ میرے خیال سے پورے پاکستان نے، پوری دنیا نے دیکھا کہ اُن سے لوگوں نے کس طرح کی محبت کی۔ اور میں ادھر یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اُن کے جس طرح جنائزے کا استقبال ہوا، ہر سیاسی پارٹیوں نے اُن کا استقبال کیا۔ بہت اچھے طریقے سے۔ اور میں یہ بھی کہنا چاہوں گا جناب اسپیکر صاحب کمیٹیا کی کورنچ اُس طرح نہیں ملی جس طرح

عثمان کا کڑ کو ملنا چاہیے تھا۔ اور یہ بھی میں بتانا چاہوں گا کہ ایک Tiktok کا ایک کوئی star ہے، اُس کا تین دن تک ٹی وی پر یہ پتہ کرتے رہے کہ شادی کس سے ہو رہی ہے۔ ہر چیز میں یہ دکھاتے رہے۔ کیا عثمان کا کڑ جیسے عظیم لیڈر کا حق نہیں بتاتا تھا کہ اُس کوئی وی پر کوئی ترجیح دی جاتی؟۔ بہر حال وہ نہیں دی گئی۔ اور میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ جو سینٹ کے انتخابات بھی گزرے ہیں اور جس طرح عثمان کا کڑ صاحب کا جس طرح اتحادی گورنمنٹ کے ساتھ ہاتھ تھا اور اتحاد تھا کہ ان کو سینٹ میں لا یا جائے گا جن کے اوپر ان کا chance بھی تھا۔ مگر افسوس کے ساتھ یہی سیاسی پارٹیوں نے اُس کو ووٹ نہیں دیا۔ استقبال تو بہت اچھا دیا۔ مگر انہوں نے ووٹ نہیں دیا۔ بات یہ ہے کہ انہیں ووٹ نہیں دیا گیا۔ آج کاش خدا کی قسم میں کھا کر کہتا ہوں کہ عثمان کا کڑ کو ووٹ دیا ہوتا، پھر یہ اس طرح کے رو تے تو پھر میں بات کرتا۔ کاش یہ جمعیت نے دیا ہوتا ووٹ، پھر میں ان کو مانتا کہ یار! انہوں نے ووٹ دیا ہے عثمان کا کڑ کو۔ بات یہ ہے کہ جو حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے عثمان کا کڑ کو ووٹ نہیں دیا سینٹ کے اندر۔ اب ہمدردیاں دکھار ہے ہو۔ وہ ورکروں کو میں سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے کیا مگر ان کی لیڈر شپ نے عثمان کا کڑ کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ میں یہ اسمبلی فلور پر بولنا چاہتا تھا، عثمان خان کے لیے اور وہ میں نے بول دیا اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** جی شکریہ۔۔۔ (مداخلت۔شور) order in the House تشریف رکھیں میں

خجی صاحب۔ آخری وزیر داخلہ صاحب اس پر چند الفاظ کہہ کر پھر قرارداد کی طرف آجائیں گے۔

میرضیاء اللہ لانگو (وزیر داخلہ و قبلی امور و پی ڈی ایم اے): بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر! جس طرح سارے دوستوں نے بات کی عثمان کا کڑ صاحب کی خدمات کی حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ ایک نمائندے کا اپنے علاقے کے لیے اور اپنے صوبے کے لیے جوبات کرنی چاہیے اور جو حق اُس پر ہوتا ہے وہ عثمان کا کڑ صاحب نے اپنی سیاسی زندگی میں وہ حق ادا کر دیا۔ اور وہ مرکز میں جب سینٹ میں تھے تو وہ بلوچستان کے سینیٹ کی کمیٹی داغلہ میں تھے تو وہ بلوچستان کے سیکورٹی کے معاملات پر بھی بہت مؤثر آواز تھے۔ میں خود بھی اُس کے ساتھ اسلام آباد میں دو تین میٹنگز میں گیا ہوں تو انہوں نے بہت زبردست طریقے سے بلوچستان کی نمائندگی کی ہے۔ اُن کی سیاسی خدمات پر کسی کو کوئی شک نہیں ہے کہ انہوں نے جو خدمات سرانجام دیے ہیں۔ جناب اسپیکر! پہلے دن سے گورنمنٹ آف بلوچستان لا حقین کے ساتھ رابطے میں رہی ہے۔ اُن کے بیٹے کے ساتھ رابطے میں رہی ہے۔ پہلے دن سے ہی تمام اُن کو offers کیے گئے تھے کہ جس طرح آپ علاج کے لیے کہیں گے، جہاں آپ علاج کے لیے کہیں گے وہاں بلوچستان حکومت جو ہے اپنی اُس پر اُنکی اخراجات بھی برداشت

کرے گی۔ اور ان کے علاج و معالجے کا بندوبست بھی کریں گی۔ جناب اسپیکر! یہاں جن اداروں کا نام لیا گیا کہ وہ ادارے اس میں خدا نخواستہ ملوث ہیں میں خود گواہ ہوں کہ انہوں نے جو ہے عثمان کا کڑ کے علاج معالجے کے لیے CMH میں تمام بندوبست کیے تھے۔ نصر اللہ زیرے صاحب خود بھی وہاں گئے CMH کا دورہ کیا دیکھا وہ جگہ، انتظامات بھی دیکھے۔ پھر جب ان کی طبیعت خراب ہو گئی، مزید بگڑ گئی تو ان کو کراچی لے جایا گیا۔ جہاں سے ان hospitals میں ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹس کرائے گئے جو international level کے hospitals ہیں۔ وہاں سے جو رپورٹ آئیں۔ پھر ان کی ڈاکٹر زکا ایک بورڈ تھا وہ بورڈ نے یہاں آ کر ہمیں جوان کی تمام رپورٹس تھیں جتنا ان کا علاج ہوا تھا جتنا وہ ہوا تھا تو وہ سب ہمیں brief بھی کیا۔ ہم مطمئن ہیں کہ ہم نے اپنی طرف سے صوبائی حکومت کی جو ذمہ داریاں ہوتی ہیں ان کو بھایا۔ اس کے بعد صرف ایک اخباری بیان کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ جو ڈیشل کمیشن بنایا جائے تو ہم نے اُس اخباری بیان کو بھی serious لیا۔ اور ہم نے فوراً اُس جو ڈیشل کمیشن کو بھی بنایا۔ جس دنیا کی عدالت میں یہ کیس جائے، جہاں کا جو ڈیشل کمیشن ہو، جدھر بھی ہو، ہم اس چیز پر ہمارے ادارے ہماری حکومت اس چیز میں پاک صاف ہیں۔ ہم ہر جگہ جانے کے لیے تیار ہیں اگر آپ کا قانون آپ کو اجازت دیتا ہے۔ کہ آپ صوبائی حکومت کے ذریعے پریم کورٹ سے انکوائزی کریں۔ اس پر بھی ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہے، ہم اُس کے لیے بھی تیار ہیں۔ اگر قانون ہمیں اجازت دیتی ہے۔ کسی مخصوص نجٹ کو nominate کر کے اُس سے کرایا جائے۔ ہمیں صوبائی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور ہم سے جتنا ہو سکا ہم انشاء اللہ واحقین کے ساتھ اور کمیشن کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** شکریہ۔ آیا تعزیتی قرارداد منظور کی جائے؟

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** تعزیتی قرارداد منظور ہوئی۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** جی شاء بلوج صاحب آپ بات کریں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جون کا مہینہ بلوچستان پر بہت بھاری گزر رہے۔ بلوچستان نے جون کے مہینے میں بہت اذیت ناک منظر کشی دیکھی ہے۔ بہت سی آنکھیں اشکبار تھیں بہت سے ارکین اسمبلی کے ہاتھ توڑے گئے، بہت سوں کی پگڑی اچھائی گئی۔ بہت سوں کو گلے سے پکڑ کر اُن کو جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ جون کا مہینہ پورے پاکستان میں تین صوبوں میں بالخصوص وفاق میں اچھا بجٹ پیش کرنے میں گزر رہے۔ خسارے کا بجٹ نہیں بلکہ اُن کے فائدہ کا بجٹ ہے۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:** اذاں ہے دو منٹ کے لیے تشریف رکھے۔

(خاموشی۔ اذان عصر)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شاء بلوچ صاحب!

**جناب شاء اللہ بلوچ:** بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب! میں عرض کر رہا تھا کہ جوں کا مہینہ بلوچستان پر بہت بھاری گزرا ہے۔ باقی تین صوبوں میں بشمول وفاق بہت پر کشکش قسم کا بجٹ پیش کیا گیا۔ لیکن بلوچستان میں بجٹ سے قبل عثمان لا لا کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ جس نے پورے بلوچستان کو نغمگار کر دیا۔ اس کے بعد جس دن بجٹ پیش ہونا تھا بلوچستان اسمبلی میں، یہ مقدس اسمبلی یہ اسمبلی گو کہ ہے تو بہت خستہ حال، لیکن اس کی تعمیر میں، اس کی ترتیب میں، اس کے نقشے میں بلوچستان کے ہمارے سیاسی اکابرین کی بہت زیادہ کوششیں اور کاوشیں شامل ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ادارہ یا اسمبلی ایک ایسا ایوان ہو گا جو ہمارے بچوں کے مستقبل کے حوالے بہت خوبصورت منصوبہ بندی کرے گا۔ بہت اچھی منصوبہ سازی کرے گا۔ بلوچستان بھوک، افلاس، پیاس، بدحالتی، تعلیمی غلامی، بیروزگاری ان سارے مسائل سے نکل آئے گا۔ لیکن ان کو کیا پتہ تھا کہ جن بزرگوں نے اس اسمبلی کی تشكیل کی۔ اُسی کے گیٹ پر بکتر بندگاڑیاں چڑھائی جائیں گی۔ اور اس کے اراکین اسمبلی ہمارے دوست صدیقی صاحب اس وقت اسلام آباد میں زیر علان ہیں۔ جب آپ وہ video دیکھیں۔ میں آہتا ہوں حلفاً بلوچستان کے کسی بھی شخص کے آنکھوں سے ضرور آنسو آئیں گے۔ جس طرح سے ان کی پگڑی جب وہ گیٹ لگتا ہے جب وہ اس طرح گرتے ہیں اُن کے ہاتھوں نے کا تو بعد میں پتہ چلا۔ لیکن وہ منظر جس میں اُن کی پگڑی گرجاتی ہے، دستار گرجاتا ہے۔ یہ اسمبلی تو پورے بلوچستان کے عوام کی دستار کی ضامن تھی۔ آج بلوچستان کے اسمبلی کے اپنے ایک ممبر کا دستار بھی اس اسمبلی میں محفوظ نہیں ہے پگڑی بھی محفوظ نہیں ہے۔ میرے دوست بابور حیم صاحب بیٹھے ہوئے تھے آج بھی طبیعت اُنکی بہت خراب ہے 14 دن انہوں تھانے میں گزارئے بہت ہی بڑی حالت میں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے سے خود تکلیف اور مشکلات کا شکار تھے۔ اُن کا پاؤں زخمی تھا ایک غیر مند بلوچ ہے۔ جب وہاں پر وہ گیٹ پر تھے اگر وہ منظر بھی آپ دیکھیں گے۔ ہم نے یہ اسمبلیاں ہم نے یہ تواعد ہم نے یہ تو انہیں ہم نے یہ قربانیاں ہم نے یہ جمہوریت ہم نے یہ وفا قیت کا خواب اس لیے نہیں دیکھا تھا۔ جناب والا! کہ بلوچستان میں جب اپنے حقوق کے لیے ہم آواز اٹھائیں گے، یا تو ہمیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا کہ یہ غدار ہیں یا پھر ہمیں بکتر بندگاڑیوں سے مارا جائے گا۔ کہ جناب والا! انہوں نے تو گلیوں پر تالے لگادیئے ہیں۔ یہ ہمیں بجٹ پیش کرنے نہیں دیتے۔ ابھی بھی جائیں، آپ کے گیٹ کے باہر بلوچستان کی بچیاں باپرده بچیاں جنہوں نے پانچ، پانچ سال نرسگ کی تعلیم حاصل کی تھی، آپ

کے گیٹ کے باہر بیٹھی ہوئی ہیں۔ کتنی بچیاں عورتیں ہیں جو بلوچستان اسمبلی تک پہنچ نہیں پاتیں۔ ایک ہزار کلو میٹر بلوچستان کا سفر اس طرف ہے پانچ سو کلو میٹر اس طرف ہے 3 لاکھ 47 ہزار سکواڑ کلو میٹر پر پھیلا ہوا یہ بلوچستان دنیا کے بہت سارے ممالک ہیں۔ دنیا میں 1 سو 20 ایسے ممالک ہیں جن کا رقبہ بلوچستان سے کم ہے۔ بلوچستان کا رقبہ ان سے بڑا ہے۔ کافی بچیاں کافی مائیں کافی بڑھی عورتیں کافی بیمار اس دروازے پر آ کے اپنی بات نہیں پہنچ سکتے۔ انہوں نے اس کے لیے ہمیں منتخب کیا۔ انہوں نے اس کے لیے ہم سب کو بھیجا۔ وہ ایکشن کے دن گئے دھوپ میں گرمی میں پیاس بھوک بیماری کی حالت میں stretcher پر گاڑیوں میں گھوڑوں پر گدھوں پر اونٹوں پر سواری کر کے وہ جا کے ایکشن کے اندر روٹ دیا۔ کہ جناب والا! ہمارا نمائندہ جائے گا خوشی اور خوشحالی لائے گا۔ ہمارا نمائندہ جائے گا بلوچستان میں روزگار لے آئے گا، ہمارا نمائندہ جائے گا ہم پیاسوں کے لیے پانی لے آئے گا۔ ہمارا نمائندہ جائے گا ہماری بچیاں بچے جب جا کے لکڑیاں اکھٹی کرتی ہیں۔ اس کے بجائے جو ہماری گیس 60 سال سے نکل رہی ہے 70 سال سے اس کو ہمارے گاؤں، گدانوں اور گلی کوچوں تک پہنچائے گا۔ اس خواب کے ساتھ جناب والا! لوگ جا کے روٹ دیتے ہیں۔ اور جب آپ کے منتخب ارکین اسمبلی پانچ دن تک اسمبلی کے باہر بیٹھے رہے۔ میں نے تو اس دن کہا تھا کہ ہمارے گھر کے باہر کوئی مالگانے والا بھی آتا ہے بارہ، پندرہ منٹ بعد ہمارے ہاتھ میں کھلبی ہوتی ہے۔ کہ یار جا کے اُس سے پوچھ لو 50 روپے پر خوش نہیں ہوا، سو روپے دیدو 2 سورو پے دیدو۔ حلفاً کہتا ہوں روز آتے ہیں۔ کبھی ہم نے کسی کو وہاں دھکے دیکر نہیں نکالا۔ جتنی استطاعت ہوتی ہے آپ اپنی استطاعت کے مطابق ان سے بات کرتے ہیں۔ تاریخ کا جرہ ہے دنیا بہت آگے نکل گئی۔ لیکن ہم تہذیب کے حوالے سے بلوچستان بہت پیچھے چلا گیا۔ ہمارے آبادا جداد جو ہمارے لیے تہذیبی سبق چھوڑ چکے تھے۔ اگر ہم اُس پر بھی عملدرآمد کرتے، شائد بلوچستان میں یہ جوں کے مہینے میں یہ بد صورت واقعہ رونما نہیں ہوتا جو ساری زندگی ہمارے ما تھوں پر داغ رہے گا۔ آنے والا مورخ یہ نہیں پوچھے گا کہ اپوزیشن نے کیا کہ گورنمنٹ نے کیا۔ اُس وقت کا جو ہے مؤرخ لکھے گا کہ اُس وقت کی جو اسمبلی تھی اُس اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ارکین کی شایدنا اعلیٰ کی وجہ سے بلوچستان اسمبلی میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ بہت تحقیق اگر کوئی زیادہ کرے گا تو اُس کو ہر کسی کا کردار شاید واضح کرنے میں مشکلات نہ ہوں۔ پانچ دن یہاں بیٹھنے کے باوجود حکومت وقت میں سے کسی ایک شخص نے بھی زحمت نہیں کی۔ مجھے یاد ہے، میں بڑے carefully observe کر رہا تھا جناب والا! ماسوائے ہمارے young junior officers کے، جس میں اسٹینٹ کمشنر تھا یا آپ کا

میرے خیال کا بھی سب سے جو نچلے رینک کا DSP level SHO کے لوگ تھے۔ یادھرا آتے تھے ایک چکر لگا جاتے تھے ایک شکستہ چہرے کے سامنے، تھے ہاتھ میں کوئی فیصلہ بھی نہیں ہوتا تھا ان کے کوئی فیصلہ سازی کی حیثیت بھی نہیں ہوتی تھی۔ دُور سے دیکھ کر چلے جاتے تھے۔ ہمیں ان کے حال پر ترس آتا تھا ان کو ہمارے حال پر ترس آتا تھا۔ ساتھ ساتھ ٹرینک جاری ہوتی تھی۔ یہ بھی خدا نے رحم کیا کہ کوئی خودکش اُس دن نہیں آیا پانچ دن تک یہاں پر کیا منہ دیکھاتی ہماری حکومت بلوچستان۔ کیا منہ دکھاتے ہمارے security agencies، کیا منہ دکھاتے ہماری enforcement agencies law ایک سو دس ارب روپے بلوچستان میں سالانہ امن و امان کے اوپر خرچ ہوتے ہیں۔ 70 ارب روپے ہم تو صرف لاے اینڈ آرڈر کے لیے اپنے اداروں کو دیتے ہیں۔ 30 سے 40 ارب روپے ہماری فیڈرل سیکورٹی کی جو law enforcement agencies per-capita expenditures law and order کا بلوچستان میں دیکھا جائے جناب والا! دنیا میں سب سے زیادہ ہے جو ہے سیکورٹی کا cost کے سامنے ہے۔ یہ تو خدا نے بچالیا خودکش کو کسی کو پانہ نہیں رحم آ گیا تھا یا نہیں کر دیا ورنہ آ کے 30 سے 24 بندے وہ بھی اڑالیتا بکتر بندگاڑی کے واقعہ سے پہلے وہ اپنا کام کر دکھاتا، وہ نہیں ہوا۔ احتجاج کس لئے لوگ کرتے ہیں یہاں جناب والا! آئین میں، میرے سامنے پڑا ہوا ہے، آئین میں اپنے احساسات و جذبات احتجاج کی صورت میں جمہوری پر امن طریقے میں کرتا ہے تو یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بہت ہی مودبانہ انداز میں احترام کے ساتھ جا کے ان کے ساتھ بات چیت کرتی کہ آپ معزز اکیں ہیں آپ بیٹھے کیوں ہیں؟ پھر ہم کم از کم اُس کو بتا دیتے کے جناب والا! ہم بیٹھے اس لیے تھے جناب والا! تین سال میں بلوچستان، میں ہمیشہ اور بار بار اس لئے کہتا چلا آ رہا ہوں کہ یہ ریکارڈ پر رہے کہ بلوچستان تقریباً تین سال میں جس تیزی سے پتی کی طرف جا رہا ہے۔ بلوچستان تین سال میں جس تیزی سے اندر ہیروں کی طرف جا رہا ہے۔ جس تیزی سے پسمندگی کی طرف جا رہا ہے۔ غربت کی طرف جا رہا ہے بھوک اور افلاس کی طرف جا رہا ہے۔ سیاسی ڈیپریشن کی طرف جا رہا ہے۔ اور یہ ساری چیزیں جب accumulate ہوتی ہیں یہ ساری چیزیں جب جمع ہوتی ہیں جناب والا! یہ کس چیز کو جنم دیتے ہیں۔ اس معاشرے کے اندر انار کی کو جنم دیتے ہیں۔ اور اس وقت بلوچستان میں تقریباً انار کی کی صورتحال ہے۔ ہم کل عثمان لالا کی فاتح خوانی کے لیے گئے، واپسی پر آئے بلوچستان کے سارے

معززین ملک کچلاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھنے کو تو شاید جو اسلام آباد سے آتے ہیں۔ ہمارے دوست لاہور سے آتے ہیں محترم ہمارے قابل احترام سارے وہ تو یہاں کے شلوار قمیش پہننے والے کو جاہل سمجھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں یہ بھی بلوچستان کا کوئی عام آدمی ہے۔ جس طرح یہاں ہم نے سادہ کپڑے پہننے تھے، اسی لیے ہم پر بکتر بندگاڑی چڑھادی گئی۔ غلطی سے اُس دن ہم میں سے کوئی ایک بندہ two piece آجناں کے آجاتا میں آپ کو حلفیہ کہوں گا یہ واقعہ بلوچستان میں ہونا نہیں تھا۔ یہ واقعہ پنجاب اسمبلی میں اس سے بڑے احتیاج ہوئے ہیں آج تک کسی کی جرأت نہیں ہوئی ہے پنجاب اسمبلی کے گیٹ کو ہاتھ لگائے۔ سندرہ اسمبلی میں اس سے بڑا واقعہ ہوا ہے۔ چار پانیاں لے گئے لوگ جنازے اندر لے گئے لیکن کسی رکن اسمبلی کے ساتھ ذاتی طور پر اُس کو physically، جسمانی طور پر اُس کو کسی نے نقصان نہیں پہنچایا۔ بلوچستان یقین خانہ ہے۔ ہم سب کو یقین سمجھا جاتا ہے ہمارا مال ہماری دولت سب کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ہماری پلٹری، ہمارا دستار، ہمارے کپڑے، ہمارے جوتے، ہماری غربت یہ کسی کو سمجھنیں آنے والی۔ جناب والا! افسوس کی بات تو یہ ہے کم از کم وزیر اعلیٰ اُس کے ساتھ بیٹھے ہوئے cabinet کے لوگ ہمیں اُن سے گلہ ہے ہمیں اپنے ان بھائیوں سے نہیں ہے جو یہاں دو سال تین سال کے لئے ملازمت کے لئے آتے ہیں۔ گلہ تو اپنے لوگوں سے ہے جنہوں نے یہ حکم دیا۔ ہاں وہ ویڈیو ابھی تک ہے جب اسمبلی کے اندر یہ حالات تھے، ہم نے بارہا جا کے بتایا کہ جناب والا! اس اسمبلی میں آج کا ماحول اسمبلی منعقد کرنے کا نہیں ہے۔ کچھ معاملات طے کریں اُس کے بعد آئیں۔ جناب والا! وہ معاملات کیا ہیں؟۔ یہ میں ابھی آپ کو ذرا دکھاتا ہوں۔ جو ہمارا rules of procedure کی کاپی ہے اُس کا پہلا صفحہ کھولو جناب والا! آپ کے پاس پڑا ہوا ہے۔ یہاں تو دب و گھوں کی حکومت ہے پیش لفظ ہے اس کا۔ preface جس کو کہتے ہیں۔ میں انگریزی والا نہیں پڑھ رہا اور دو والا پڑھتا ہوں تاکہ سب کو سمجھائے کہ یہ جو ہمارا قواعد و انصباط کا رہے، یہ آئین سے ماوراء نہیں ہے۔ یہ آئین کے آرٹیکلز کے تحت بنایا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انصباط کا راست اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 67 constitution کا article ہے وہ بھی پڑھ کے سناؤں گا آپ کو۔ 67 کی جزو A جسے آرٹیکل 127 کے ساتھ مل کر پڑھا جائے کے تحت میں 1974ء میں تشکیل دیے گئے۔ یعنی اس کے اندر اس rules of procedures کے اندر جو بھی قواعد و ضوابط، rules and procedures یہ لکھے گئے ہیں، یہ آئین کے تابع ہیں۔ جب آپ اس کو violate کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے آپ براہ راست constitution کو violate کر رہے ہیں۔ ہم پاکستان میں آئین کی بالادستی کی بات کرتے ہیں۔

جمهوریت کی بادلتی کی بات کرتے ہیں۔ پانچ دن تک یہاں بیٹھے رہے ہم نے کیا مطالبہ کیا تھا جناب والا، ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ آپ نے آئین کے آرٹیکل 115 کے تحت قبل از میزانیہ بعダز میزانیہ بحث، pre-budget discussion اور وہ میں بتاؤں گا ہم نے pre-budget discussion کی بات کیوں کی تھی کہ آپ بلوچستان میں قبل از میزانیہ بحث۔ اس میں آپ کو جناب والا! سید حاسید حالکھا گیا ہے اس میں آئندہ میزانیہ کے لئے ارکان کی تجویز طلب کی جائیں گی جو ہرسال فروری سے اپریل تک کے میہوں کے دوران منعقد ہوگا۔ یعنی جون سے پہلے فروری تا اپریل آپ اس ایوان میں pre-budget discussion کریں گے۔ کیوں کہ ہم یہاں بحثیت شاء بلوج نہیں بیٹھے ہیں۔ میں اپنے علاقوں کے مخدوروں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں اپنے علاقوں کی بماروں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں اپنے علاقے کے بیروزگاروں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں اپنے علاقے کی پیاسوں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں اپنے حلقوں کے بزرگوں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں اپنے حلقوں کے ان معصوم بچوں کی نمائندگی کر رہا ہوں جو تعلیم اور استاد سے محروم ہیں۔ میں اپنے علاقے کی زمینداروں کی نمائندگی کر رہا جو بھلی اور اچھی سڑکوں سے محروم ہیں۔ میں بلوچستان کی اُن بہنوں کی نمائندگی کر رہا ہوں جو بچے کی پیدائش کے وقت بلوچستان میں آٹھ سے دس ہزار بچے اور ماںیں وفات پاتی ہیں۔ ہم کوئی یہاں شغل میلے کے لئے نہیں بیٹھتے۔ ہم اسی لئے کہتے ہیں جب آپ pre-budget discussion کریں گے پھر آپ کہیں گے جناب والا! ہمارے پاس امکانات یہ ہیں کہ بلوچستان میں پانچ سو چار سوتین سوارب روپے کے قریب پیے آنے والے ہیں اتنی رقم تنخوا ہوں میں جائے گی اتنی ترقی میں جائے گی بلوچستان کی سب سے بڑی پسمندگی کی وجہ کیا ہے اس پر ہم بڑی شاکنگی سے تقریر کرتے اتنی ترقیاتی مد میں جائے گی۔ بلوچستان کی سب سے بڑی پسمندگی کی وجہ کیا ہے۔ اس پر ہم بڑی پوشیدہ تقریر کرتے، بات کرتے ہر کوئی اپنے لب ولجھ میں۔ بلکہ اپنی زبان میں بلوچی میں، براہوی میں، پشتون میں، سنڌی میں، سرائیکی میں، ہزارگی میں جس میں اُس کی مرضی ہوتی وہ کم از کم بیان کرتا۔ اور ان معزز gallaries میں جس طرح آج محترم GO صاحب تشریف فرمایا ہیں ان کے مشکور ہیں۔ کیوں اور بھی سیکرٹری صاحبان بھی سارے آجاتے۔ چیف سیکرٹری صاحب آئے تھے وہ جلدی چلے گئے۔ سارے سیکرٹری صاحبان آ کے سنتے۔ کہ یا بلوچستان ان کا ہے، ہم بلوچستان کے ملازم ہیں۔ یہ بلوچستان کے نمائندے ہیں انہوں نے چار پانچ سال کے بعد جانا ہے کسی اور نے آنا ہے۔ ہم بھی حاکم نہیں ہیں ہم بھی بادشاہ نہیں ہیں ہم بھی بہادر شاہ ظفر کے بیٹھیں ہیں۔ ہمارے سر پر بھی تاج نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم حاکم ہیں ہم بھی خادم ہیں آپ بھی

خادم ہیں۔ آپ بلوچستان کی تکلیف اور مشکلات کو سن کے آپ کہیں کہ بلوچستان کی ترجیحات یہ ہیں۔ بلوچستان میں پیاس سب سے زیادہ ہے، بلوچستان میں بھوک سب سے زیادہ ہے، بلوچستان میں بیروزگاری ہے، بلوچستان میں اندر ہر اس سب سے زیادہ ہے۔ بلوچستان میں زمینداروں کے مسائل سب سے زیادہ ہیں، بلوچستان میں مرد کوں کے حادثات سب سے زیادہ ہیں، بلوچستان میں کینسر کے patients سب سے زیادہ ہیں، بلوچستان میں اسکول سے محروم بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ کسی دوچار کو prioritise کر کے ہم بلوچستان کے وسائل تقسیم کرتے۔ یہ تھا جناب والا! اس پورے احتجاج کا مقصد۔ اگر یہ دنیا سننا چاہتی ہے تو سن لے۔ حلقاً بتاتا ہوں آپ اور وہ بھی آکے یہاں کہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسی اسکیم مانگ رہا ہو۔ جس میں ہمارے بچوں کا ہمارے گھر کا یا ہماری ذات کا کوئی فائدہ ہو۔ یہ سارے مطالبات یہ ساری اسکیمیں ہوتی ہیں درحقیقت اپنے عوام اور اپنے علاقے اور اس بدجنت صوبے کو جس کو پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی ہے۔ اس کو کم از کم دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے برابرنہ لے جائیں۔ لیکن ہم اپنے ہمسایہ صوبوں کے برابر تو لے آئیں۔ اس کے بعد کم از کم ہمیں شرمندگی کا مظاہرہ تو نا کرنا پڑے۔ کہ ہماری بسیں بھر کر یہاں سے علاج کیلئے لاڑ کا نہ جاتی ہیں، کراچی جاتی ہیں۔ ایک کینسر کا patient جگہ کے transplant کے لیے ہمیں الشفاء اسلام آباد گھبٹ جانا پڑتا ہے۔ یہ شرم کی بات نہیں ہے۔ کس حکمران کے لیے کس نمائندے کے لیے کہ اس کے صوبے کے شخص کو یہاں تحفظ بھی نہیں ملتا۔ سیکورٹی بھی نہیں ہے امن و امان بھی نہیں پینے کا پانی بھی نہیں اچھی تعلیم بھی نہیں ہے۔ اس سے اوپر صحت کی سہولت بھی نہیں ہے۔ کیا ہے اس صوبے میں کس چیز کے لیے کہتے ہیں ہمارا صوبہ ہمارا صوبہ ہے؟ کس بات پر ہم خوش ہیں کہ ہمارے پاس 50 ارب روپے کا سالانہ بجٹ ہے ہم بلوچستان میں خرچ کر رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ ان سے کہا کہ جن لوگوں نے آپ کو حکمرانی کے منصب پر فائز کیا ہے کم از کم وہ آپ سے پانچ منٹ کیلئے پوچھا جائے اس موجودہ حکومت نے آپ کو پتہ ہے جناب اسپیکر! اس موجودہ حکومت نے اپنے تین سال کے دور میں 1800 ارب روپے خرچ کئے ہیں۔ ایک out-come تو بتا دیں out-come کہتے ہیں نتیجے کو، کہ آپ جتنا پیسہ ڈالتے ہیں آپ دکان بھی جاتے ہیں 100 روپے دیتے ہیں کلوچینی لے آتے ہیں۔ 1800 ارب روپے بلوچستان میں آپ نے خرچ کیے ہیں کتنی فیصد بلوچستان میں تعلیم اور پر گئی؟ کتنی فیصد بیروزگاری کا خاتمہ ہوا۔ کتنی فیصد زمینداروں کو بجلی کی فراہمی بہتر ہوئی ہے؟ کتنی فیصد جو ہے نہ طالب علموں کو ہیومن ریسورس ڈیلپہنٹ کے سینٹر وایجو کیشن کے ادارے کھول دیئے، کہتا ہے پہاڑوں سے نیچے آؤ بلوچستان خوشحال ہو گیا۔ جو نوجوان ہیں اس دفعہ فیس کیلئے تین نوجوانوں نے خود کشیاں

کی ہیں۔ گھروں میں ان کو دینے کیلئے فیس نہیں ہے۔ پوری آپ کی تقریباً 80% یونیورسٹی کے بچوں کا Covid دوسال سے گزر رہا ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ 22 کروڑ روپے آپ اس کیلئے نہیں دے سکتے ہیں۔ ہاں بلوچستان کے نوجوانوں ہم بلوج حریت پسندوں سے بات کرنے کا سوچ رہے ہیں کہہ رہے ہیں ہم فکر کر رہے ہیں۔ آپ نے تو پورے بلوچستان کو مجبور کر دیا ہے۔ آپ جمہوری لوگوں کو بکتر بندگاڑیوں سے مارتے ہیں۔ آپ کو نے انسان کو کونسے نوجوان کو سڑکوں پر آزادانہ گھونے پھرنے دیں گے؟ جمہوریت تھی آئین تھا، قواعد و ضوابط کی بات کرنے والا صدیقی صاحب آج بیس دن سے ہسپتال میں پڑے ہوئے ہیں، ایک آدمی اُس کے پوچھنے تک کیلئے نہیں جا رہا ہے کہ sorry بھائی ہم سے غلطی ہو گئی۔ گاڑی ریوس میں جا رہی تھی ڈرائیور سے غلطی میں گیر آگے لگ گیا۔ یہ بھی بات ہمیں بتا دیں، دو منٹ کیلئے ہم تسلیم کر لیں گے، کوئی ہمیں اتنا بھی بتا دیتا ہم یہ جھوٹ بھی کم از کم سہہ لیتے کہ یار چلوان بھائیوں نے آ کے ہمیں یہ کہہ دیا حکومت والوں نے آ کے کہہ دیا۔ آپ نتیجہ آپ کے پاس ہر بجٹ کا لے آتے ہیں سائز ہے پانچ سوارب، چار سوارب، اس کے بعد آپ کے پاس ایک نتیجہ نہیں ہے۔ آج بلوچستان کے نوجوانوں میں ما یو ی کی وجہ آپ کی غلط حکمرانی ہے۔ یہ کسی کا کہ یہ کوئی ان کو زبردستی اتنی بڑی ذہنی طور پر کوئی بہت بڑے ادھر بیہاں پر جادو گرا دھروہ کیا کہتے ہیں magicians والے نہیں بیٹھے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو چھومنتر کر کے لوگوں کو مجبور کر دیتے ہیں ہم پہاڑوں پر جائیں۔ آپ کے جو زمینی حالات ہیں آپ کا جو طریقہ کار ہے آپ کی جو طرز حکمرانی ہے۔ آپ کا جو attitude ہے آپ کا جو behaviour ہے آپ کا جو بلوچستان کے عوام کے حوالے سے سوچ ہے فکر ہے وہ آج بلوچستان کے اس سفید ریش کو بھی مجبور کرتا ہے کہ وہ تلخ باتیں کریں نواب صاحب۔ وہ ہم جیسے قانون پرستوں کو ساری دنیا کا آئین بتاتے ہیں، ہمیں بھی مجبور کرتا ہے کہ ہم بھی لوگوں سے کہیں جناب والا! آئین و جمہوریت میں کچھ نہیں رکھا۔ کس بات کا میں بجا کے اپنے حلقے میں علاقے میں نوجوانوں کو بتاؤں، تین سال سے میرے حلقے میں سب سے زیادہ بیرون گاری بڑھی ہے۔ جس خاران میں امن و امان کی صورتحال بالکل ہم نے بہتر کر دی تھی آج سب سے زیادہ چوریاں وہیں ہو رہی ہیں۔ سب سے زیادہ نوجوان اب وہاں پہاڑوں کی طرف نکل گئے ہیں۔ پورے کمران کی صورتحال کیا بن گئی ہے؟ یہ وہ دھکتی باتیں ہیں جو اس اسمبلی میں ہونی چاہیے تھیں۔ ہم سفید کپڑے پہن کر اپنے جسم کا میل چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلوچستان اندر سے میل زدہ ہے غمزدہ ہے۔ آپ نے بلوچستان کیلئے جو ہمارے حاکم، بادشاہ، لا لا، ہم سب سارے جو کوئی کالا کوئی سفید کوئی و اسکٹ کوئی کپڑے پہنتا ہے، اندر سے جناب والا! بلوچستان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، خون آ لود ہے، نخموں سے بھرا ہوا ہے، چھلنی ہے۔

جب تک اس بلوجستان کے لئے یہاں بات نہیں کرتے اور خدا نے اگر آپ کو وسائل دیے ہیں ان کا بہتر استعمال نہیں کرتے آپ بلوجستان کو اس دلدل سے نکال سکتے۔ یہ دلدل میں سال سے بتائیں۔ بتائیں مجھے ہم نے سیکورٹی میں سب سے زیادہ پیے لگا دیے۔ بارہ ارب سے سیکورٹی کا ہمارا expenditure یہ expenses جو 2003ء اور 2004ء کے بعد 110 ارب روپے پر پہنچ گیا۔ بہتری آئی ہے بلوجستان کے امن میں؟ نہیں آیا۔ اس نے نہیں آیا کہ سیکورٹی سینڈری ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ہوتی ہے ہیومن سیکورٹی۔ فیزیکل سیکورٹی پوری دنیا میں سینڈری ہوتی ہے۔ پہلے آپ انسانوں کی اپنے تحفظ ہیومن سیکورٹی، اور ہیومن سیکورٹی کے کچھ aspects ہوتے ہیں جو جناب والا! آپ کے اس آئین کے آرٹیکل 37 اور 38 میں دیے گئے ہیں۔ جب ہم نے ان سے کہا تھا کہ آپ 115 کے تحت ڈسکشن کریں گے۔ کیوں کریں گے؟ میں ابھی آپ کو پڑھ کے سنتا ہوں۔ کہتا ہے بجٹ تو آئین کے مطابق بنایا ہے۔ ریوڑیاں باñٹی گئی ہیں، دکان میں آپ پر چون اسٹور میں آپ کو تھوڑا اسادس سے پندرہ منٹ لگتے ہیں کسی سے ایک کلو ریوڑی لینے کیلئے، یہاں پی ایس ڈی پی میں پچاس کروڑ روپے ڈالو نے کیلئے آپ کو پانچ منٹ بھی نہیں لگے۔ لیں گے سارے حلقوں کے لوگ میٹھے ہیں اپنے اپنے حلقوں میں، جن جن لوگوں کو اسکیمات دیے گئے ہیں۔ یہ کوئی ریوڑی کی دکان ہے یا بلوجستان کی پی ایس ڈی پی اور ترقیاتی بجٹ ہے۔ جس میں آپ نے بلوجستان کے ہر اس طبقے کا خیال رکھنا ہے، ہر اس طبقے کی خوشحالی اور خوش بختی کیلئے منصوبہ ڈالا ہے جو میری اور آپ کی آنکھ سے اُجھل ہیں جو آٹھ سو، نو سو کلو میٹر سے جھاؤ سے آواران سے، خاران سے، اولمگ سے، راسکوہ سے، ادھر پہنچ نہیں سکتا، جو موی خیل سے، شیرانی سے، ادھر تک پہنچ نہیں سکتا۔ انہوں نے آپ کو بھیجا ہے مجھے بھیجا ہے، یہ آئین کا آرٹیکل 37 کیا کہتا ہے جناب والا: جب ہم ان سے کہہ رہے تھے اکثر ان کی پر لیں کافرنس ہیں کہ ”یہ بجٹ بنانا تو حکومت کی صواب دید ہے۔ حکومت بجٹ بنائیگی اُس کی مرضی ہے جس طرح کا بنائے“، بھائی بنا تیں ہم نے کب آپ کو بجٹ بنانے سے روکا ہے ہم نے یلغار کیا ہے، ہم نے کوئی گھوڑے دوڑائے آپ کے وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ پر، ہم نے پی اینڈ ڈی پر قبضہ کیا، ہم نے اپنا بجٹ بنائے کے بندوق کے نوک پر آپ سے منظور کروا یا، صرف ہم نے آپ سے کہا کہ آپ غلط راستے پر جا رہے ہیں آپ کو اپناراستہ درست کرنا ہے اور یہ جناب والا! آئین کا آرٹیکل 37 میں آپ کیلئے پڑھتا ہوں۔ مملکت، اسٹیٹ، ریاست اُس کی سب سے اہم ذمہ داریوں میں سے کیا ہے، آرٹیکل 37۔ معاشرتی انصاف کا فروغ اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ۔ بس اس کا (الف) یہ جناب والا! یہ تقریباً کوئی سب سے اہم آرٹیکل ہے Principles of Policy آئین کے اندر ہیں۔ جب ابھی ہم Constitution

بار ہے تھے دنیا کے، دنیا میں discussion کی justice Principles of Policy ہوتی ہے کہ یہ ساری چیزیں آئین میں ڈالی گئی ہیں اس کو ensure کیسے کروایا جائے۔ ساری دنیا میں یہی بحث ہے کہ آپ کے پاس پارلیمنٹ ہے، اسمبلی ہے، آپ کے پاس عدالتیں ہیں اس میں کیا کہتے ہیں جناب والا! یہ ناء بلوج نہیں کہہ رہا ہے یہ Constitution کہہ رہا ہے جو ہمارے آباؤ و اجداد نے پورے پاکستان کے منتخب اراکین اسمبلی نے بنایا ہے۔ کہتا ہے پسماندہ طبقات یا علاقوں کے تعلیمی اور معاشری مفادات کو خصوصی توجہ کے ساتھ فروغ دینے گے۔ تجب آپ بحث بناتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ کے سامنے پیسے پڑے ہوتے ہیں۔ اور جو آپ کے مانگ اور آپ اس کو دینا شروع کر دیں۔ جو ایک کاغذ آپ کے پاس لا یا آپ اس کو دینا شروع کر دیں، جس نے نئی واسکٹ پہنا ہوا ہے آپ اس کو دیں، جو دو گاڑیوں میں آ گیا، اس کے لئے آپ نے ایک اسکیم ڈال دی، جو آپ کے لئے دعوت کرے سریاں میں آپ اس کیلئے ایک اسکیم ڈال دیں۔ جس نے آپ کی خوشامد کی اس کیلئے چار اسکیمیں ڈال دیں۔ ایسا نہیں ہوتا ملک ایسے نہیں چلتے۔ بلوچستان اسلئے اس جگہ تک پہنچ گیا اس طرح کی پالیسیوں سے، رویڑی بانٹنے والوں کی۔ جو بھی بانٹتا ہے، جہاں بھی بیٹھا ہے۔ پسماندہ طبقے اور اس کے بعد کہتا ہے جناب والا! آرٹیکل 37 کا (ب) کہتا ہے، کم سے کم ممکنہ مدت کے اندر ناخواندگی کا خاتمه، بلوچستان میں اس وقت تعلیم کی شرح پہلے جناب والا! 37 کہا جاتا تھا وہ اب آ گیا 32 پر۔ 31 پر آ گئی، اگر کوئی سروے ہو وہ شاید 30 سے بھی نیچے آ گئی ہے۔ باقی صوبے بڑی تیزی کیسا تھا ان کی تعلیم کی شرح ان کی تعلیم کا معیار دونوں ایک ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم کی شرح اور تعلیم کا معیار دونوں بڑی تیزی کیسا تھا اور پر جا رہا ہے۔ اور ایک ہمارا صوبہ ہے کہ اس کی تعلیم کی شرح بڑی تیزی سے نیچے کی طرف جا رہی ہے۔ تو یہ Constitution کیوں اس لئے کہتا ہے کہ کم سے کم مدت میں اور پھر اس کے بعد کہتا ہے (ج) فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن اور اصول اور اعلیٰ تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر مساوی طور پر قابل دسترس بنائے گی۔ سنتے اور سہل اصول انصاف کو یقینی بنائیں۔ منصفانہ اور نرم شرائط کا راس کی ضمانت دیتے ہوئے کہ بچوں، عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہیں لیا جائیگا جو انکی عمر کے جنس کے۔ آج میں آیا آدھا کوئی بچوں سے لبر بچوں سے بھرا ہے۔ یہ 37۔ اس کے بعد کہتا ہے کہ عوام کی معاشری، معاشرتی فلاح و بہبود کا فروغ۔ یہ Constitution کا آرٹیکل 38 ہے۔ میں حلقیہ کہتا ہوں جب ہم یہاں پانچ دن میٹھے تھے ہماری خواہش یہ تھی جب یہاں آئیں گے ہم کہیں گے جہاں غلطی آپ کر رہے ہیں، خدا اور رسول کو مانو۔ یہاں پہنچنے ہے اس دنیا میں آپ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اسلئے کہ جو لوگ آپ کو لائے ہیں شاید وہ بھی خدا کو جواب دے نہیں ہیں؟

وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غریبوں، تیموں کا صوبہ ہے۔ اس پر جس کسی کو بھی نافذ کرو، ایسا بندہ نافذ کرو جونہ ان کو آئین بتائے نہ قانون، اس صوبے کو لے ڈو بنے والے لوگ اسی طرح کے ہیں جو آئین قانون سے مادر قسم کے فیصلے کرتے ہیں۔ آرٹیکل 38 کہتا ہے (الف) عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کر کے دولت اور وسائل، پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفادِ عام کو نقصان پہنچے۔ اور آجر و مجاہد اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دیکر بلحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل عوام کی فلاح و بہبود کے اصول کی کوشش کرے۔ اس پی ایس ڈی پی میں یہ کاغذ آپ کو تھوڑے سے شاید آپ کو جانے پہچانے لگیں نہ لگیں۔ میں اس وقت اس اجلاس میں تھا نہیں۔ آپ کی پارٹی کے کسی معزز رکن نے سب کی ٹیبل پر رکھے، یاد آیا۔ محترم سردار یار محمد رند صاحب نے۔ وائٹ پیپر یہ اس آرٹیکل کے آئین کے آرٹیکل 38 کے خلاف جس میں آپ نے رویڑیاں بانٹی ہیں جس میں آپ نے خاران کو، واشک کو، گوادر کو، کوئٹہ کے تمام کے حقوقوں کو، اس اپوزیشن کے تمام حقوقوں کو آپ نے اس کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کرتے ہوئے اُن کی ساری عوامی اسکیمیں نکال دی ہیں وہ آپ کا حصہ تھا وہ احتجاج سے اس لئے نکل گیا کہ اُس نے کہا کہ جی یہ زیادتی جناب اپنیکر صاحب! یہ آئین کے آرٹیکل 38 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ نے منصفانہ تقسیم کی بجائے آپ نے ایک انتہائی غیر منصفانہ تقسیم کی ہے۔ اور یہ عوام کی دولت ہے یہ حکومت کی دولت نہیں۔

جب کبھی بھی آکے There is something they have understand very well. پر لیں کافر کرتے ہیں بارہا یہی بات کرتے ہیں حکومت جانے اس کا کام جانے بجٹ بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے حکومت کا یہ مینڈیٹ ہے حکومت کا استحقاق ہے جناب والا! کہ بجٹ بنائے۔ There is difference between the people and the government. The money and the resources belongs to the people of Balochistan not to I think he has to چلا گیا وزیر خزانہ صاحب۔ the Government of Balochistan. understand, he has to get lessons from some of the government's experts.

کیونکہ یہ دولت جمع بھی عوام کی جیب سے ہوتی ہے۔ وہی سگریٹ خریدتا ہے ٹیکس دیتا ہے۔ کوئی چینی خریدتا ہے ٹیکس دیتا ہے۔ پیٹرول گاڑی میں ڈالتا ہے ٹیکس دیتا ہے۔ وہ کسی ریسٹورینٹ میں کھانا کھاتا ہے ٹیکس دیتا ہے دوائیاں خریدتا ہے ٹیکس دیتا ہے سانس لیتا ہے ٹیکس دیتا ہے۔ بلوچستان کے عوام ٹیکس کے ساتھ ساتھ بھتے بھی

دیتے ہیں۔ چیک پوسٹوں پر بلوچستان کے لوگوں کا اور بھی زیادہ حق بتاتے ہے کہ ان کو بحث منصفانہ طریقے سے دیا جائے۔ باقی صوبوں میں یہ بھت نہیں ہے، صرف ایک ٹکس ہے ہمارے ہاں تو دونوں چیزیں جناب والا! ہمارے اوپر مسلط ہیں۔ اب بلوچستان کے عوام کی جب بات آتی ہے منصفانہ تقسیم کی اُس کے بعد ہمارے اپنے حقوقوں میں جناب اسپیکر! دوسری بات اس بحث میں جب انہوں نے پیش کیا میں اب آتا ہوں اس کے قانونی پہلوں پر بھی کہ کیوں ہم سمجھتے ہیں کہ آپ لا قانونیت ایک نوجوان سائیکل چوری کرتا ہے۔ میں جب اُس دن تھا نے میں تھا چودہ دن، تو میں صحیح صعیج جلدی اٹھ جایا کرتا تھا جگہ سونے کی نہیں تھی رات کو تھانے کی چھت پر مجھر دانی لگا لیتے تھے صحیح پانچ بجے سورج نکلتا نماز پڑھ کے نیچے اترتا تو تھانے کے ان پیرکوں میں جا کے پوچھتا تھا کہ چوروں کی اقسام کس طرح کی ہیں؟ تو میں دیکھا کہ شاید کوئی پی ایس ڈی پی چور بھی ادھر کپڑا گیا ہو تو وہاں جو ہے زیادہ تعداد منشیات کے عادی یا منشیات فروشوں کی تھی منشیات فروش کم تھے منشیات کے عادی افراد زیادہ تھے۔ ایک دور ڈاکیسٹنٹ والے تھے۔ دوسرے تیسرے تھے۔ تو کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ ہمارے معاشرے کا سب سے کمزور طبقہ ایک سائیکل چرا تا ہے۔ لا قانونیت اگر اب قانون کی بالادستی کی بات کرتے پوری دنیا میں rule of law کیسے قائم ہوا انہوں نے rule of law کو اپرے حاکموں پر طاقتور طبقے پر پہلے لا گو کیا۔ پھر نیچے والے طبقے نے دیکھا کہتا ہے کہ بادشاہ کا بیٹا بچ نہیں بچ گا تو پھر لوگ مجھے بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ایسا نہیں تھا کہ سب سے پہلے غریب کی گردان اڑا دو تو اس میں آپ نے دیکھا کہ ہم نے کیا کیا کہ ہم لا قانونیت کو بہاں چھوٹے چور کو تو کپڑتے ہیں۔ بڑے چور، اب بڑی چوری کیسے ہوتی ہے بلوچستان میں ابھی تک یہ جو پی ایس ڈی پی بنی ہے میرے سامنے پڑی ہے میں اس کو ابھی آپ کو دیکھتا ہوں اس پی ایس ڈی پی میں بہت ساری اسکیمیں ایسی ہیں جو ڈی اے سی کے فورم سے approve کی گئی ہیں جبکہ بلوچستان میں DAC کا concept ابھی تک ناں تو اس بلوچستان کی اسمبلی سے کوئی رول ناں کر کوئی ایکٹ کوئی بھی پاس نہیں ہوا ہے باقی صوبوں نے اس پر قانون سازی کی ہے۔ یا تو آپ کے پاس پی ڈی ڈبلیوپی ہے یا دوسرے فورمز ہیں جس سے آپ بہت ہی بہتر طریقے سے کسی بھی پروجیکٹ کو پروپوزل کو، اسکیم کو لے آتے ہیں، ڈسکس کرتے ہیں اور اس کو پلانگ کمیشن کے مینوں اور روپز کے تحت آپ لے آتے ہیں اس کو پیلک سیکٹر ڈولپمنٹ پلان کا پروگرام کا حصہ بناتے ہیں۔ ایک تو نبرؤں violation یہ ہوئی دوسری بات یہ ہے کہ جناب اسپیکر! یہ ایک چھوٹا سا میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہونگا جناب والا! میں آئیں اور قانون کی رو سے یہ پی ایس ڈی پی جوانہوں نے بحث پیش کیا اس پر ہم نے احتجاج کیوں کیا؟ آپ کو یاد ہوگا کہ 2020ء اور 2021ء کی پی ایس ڈی پی پر

جب ملک سکندر صاحب اور تمام اپوزیشن کے اراکین کے ممبران، ہم عدالت گئے، اُس وقت بھی ریویوں کی طرح اسکیم بانٹی گئی تھی۔ تو اُس پر عدالتی مقدمہ چلا اور فیصلہ ایک ہماری جو آئینی درخواست ہے اُس پر 29 ستمبر 2020ء کو بلوچستان ہائیکورٹ نے ایک فیصلہ دیا۔ ہمارے دو آئینی پیشیں تھے ایک 1325/2019، مندو خیل صاحب کا۔ اور سی پی 2020/536 یہ ملک سکندر صاحب نے ہم ساری اپوزیشن کی مدعیت میں انہوں نے جمع کروادیا۔ جس میں ایک فیصلہ آیا۔ یہ ساری چیزیں انہوں نے کہا کہ بلوچستان کا مسئلہ تعلیم کا ہے ہم نے وہاں پر 8 سے 10 گھنٹے دلائل دیئے بلوچستان کا مسئلہ تعلیم کا ہے صحت کا ہے بیروزگاری کا ہے بلوچستان کے اندر خوشحالی کا ہے انسانی وسائل کی ترقی کا ہے یہ ہی مون ریوسس ڈولپمنٹ کا ہے ہم نے آٹھ گھنٹے وہاں پر معزز عدالت کو اپنے دلائل دیئے بلوچستان ہائیکورٹ نے اس پر جناب والا اپنا فیصلہ دیا اور پھر اس کے بعد ہمارے اس فیصلے کے خلاف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔ وہ تھا سی پی ایل اے 204 اور 205 جس میں دس نومبر 2020ء کو ان کو ایک ریلیف ملا۔ میں وہ ذرا ریلیف پڑھتا ہوں ان کا یہ بجٹ کیوں غیر آئینی اور غیر قانونی ہے۔ یہ اگر اس میں سے کسی کو بھی ایک روپیہ خرچ کرنے کے لئے دے رہے ہیں، یہ ماوائے عدالت فیصلہ ہے یہ عدالت کی تضییک ہے contempt of court ہے۔ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے میں 10 نومبر 2020ء کا فیصلہ آپ لئے پڑھ رہا ہوں اس میں clear cut دیا گیا تھا اور اگر عدالتیں ہماری بات سننا چاہیں اور سن بھی رہے ہوئے یہ بہت ہی important forum ہے اس میں ان کا فیصلہ ہے یہ اگر آپ کہیں تو میں دوبارہ پڑھ دوں گا۔ یہ اپنادس نومبر 2020 کا فیصلہ ہے آخری 4 para ہے۔ اُس میں کہتا ہے Issue notice to the Respondents in the meanwhile, and until the next date of hearing the on-going projects of the Government of Balochistan shall be implemented.

کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی hearing the on-going projects of the Government of Balochistan shall be implemented in accordance with the law and the proceedings for contempt of Court shall remain stayed.

اس میں دس نومبر 2020ء میں یہ فیصلہ آیا۔ پھر انہوں نے دوبارہ عدالت عظمی کو ایک اور approach کیا ایک اور ریلیف مانگنے کے لئے کہ اسکیمات پر کام کرنے کا اختیار دیا جائے۔ تو عدالت عظمی نے 2021-6 کا فیصلہ

ہے۔ کیونکہ اس میں جس میں یہ PSDP میں جتنے اسکیمات وہاں پر یہ اسمبلی میں لائے جس کی منظوری یہ لینا چاہتے تھے ہم نے اسی لئے کہا کہ پہلے دروازے بند کرو پہلے سمجھوم تم غلط کر رہے ہو۔ ہم پانچ دن پیشے تو آپ آؤ گے ہم بتائیں گے تم نے بہت بڑی گڑبڑ کی ہے یہ صوبے کی تفصیل ہو گی۔ یہ صوبے کے لئے سب سے بڑا آئینی اور قانونی المیہ ہو گا۔ یہ الگ بات ہے سپریم کورٹ تو contempt of court میں موجودہ حکومت کو تنقیح کرنی لگا کے لیجانا چاہیے۔ لیکن پتہ نہیں عدالتیں بھی شاید تھوڑا بہت خیال رکھتی ہیں۔ یہ 2010-1-6 کا فیصلہ ہے۔ یہ ایک Order: Offices directed to fix civil case ہے بہت ہی مختصر سا۔ petition No.70Q 2019, along with these Petitions, it is clarify that Grants interim order تھا یعنی 10 نومبر 2021ء والا۔ our last order. relief in relation to the projects, which are under execution on the ground. یعنی زمین پر جو جاری اسکیمات ہیں صرف ہم نے اُس کے لیے ریلیف دی ہے لیکن انہوں نے کیا کیا انہوں نے یہاں آ کر دھڑادھڑ ابھی تک بلکہ جوں کے مہینے پر ٹینڈر پر ٹینڈر پر ٹینڈر۔ من پسند اور منظور نظر اسکیموں کو۔ اُس میں پھر انہوں نے کیا کیا کہ اپوزیشن کی جو بھی تھوڑے بہت اسکیم تھا ان کے ساتھ جو ہم نے تھوڑی بہت ہم نے کہا تھا کہ یا کچھ ہمارے حلقوں کا حق ہے التعارہ کر کے اپیل کر کے جس طرح بھی آ گئے تھے وہ ساری اسکیموں کی authorization اور allocation انہوں نے روک دی authorization ان اسکیموں پر کام نہیں ہوا اور عدالت عالیہ کے اس فیصلے کے خلاف انہوں نے دھڑادھڑ 5 سے 6 مہینے میں ساری اسکیمیں کی۔ اگر اس فیصلے کے خلاف ان تمام اسباب کے ساتھ چلا جائے کوئی تو کیا عزت رہ جائیگی اس صوبے کی تمام اداروں کی اس صوبے کے تمام Planning and Development کی اس کے وزراء وزیر اعلیٰ اور اس کے cabinet کے فیصلوں کی۔ اس لیے یہ سارا جو احتجاج تھا۔

(اس موقع پر جناب قادر علی نائل، چیئرمین نے صدارت سنپھال لی)

جناب شناۓ اللہ بلوچ: Welcome Mr.Chairman.

جناب چیئرمین: شمکر یہ۔

جناب شناۓ اللہ بلوچ: اب میں آتا ہوں ایک اہم، یہ تو اُس کا قانونی پہلو تھا آپ نے 115 کو violate کیا آپ نے ہائی کورٹ کے فیصلے پر جا کر سپریم کورٹ سے ریلیف مانگا جن بنیادوں پر سپریم کورٹ نے ریلیف

دیا آپ نے سپریم کورٹ کے آنکھوں میں دھول جھوک کر۔ سپریم کورٹ کا کوئی بحث نہیں آسکتا اُس کے پاس کوئی mechanism implementation نہیں ہے۔ اُس کا mechanism Planning and Finance Development کو سب کو چاہیے تھا کہ وہ اُس فیصلے کو بڑے غور سے پڑھتے اور حکومت وقت کو سمجھاتے کہ آپ نے ایکیموں پر جو ہیں کسی قسم کا بھی ہو۔ چاہے وہ اپوزیشن کا ہے چاہے گورنمنٹ کا ہے نئی ایکیموں پر آپ نے نہیں کرنا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے کیا اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟۔ میں آپ کو تھوڑا سا پیچھے لے جاؤں گا ظہور صاحب چلے گئے۔ اس صوبے کی اہلیت کا اندازہ اس صوبے کے اداروں کی اہلیت کا اندازہ۔ میں حکومت کو۔ محکموں میں بڑے اچھے قبل افسران ہیں۔ لیکن جب سب کو پتہ ہو کہ حکمرانی کرنے والے لوگ دب و گھوں والے ہیں قانون اور قاعدے کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ بس بلڈوز کرنا ہے ہر چیز کو۔ قانون بھی بلڈوز کرنا ہے PSDP بھی بلڈوز کرنا ہے اسیکلی کو بھی بلڈوز کرنا ہے اور ابھی تو بکتر بند گاڑیاں بھی شروع ہو گئی ہیں۔ تو ابھی بکتر بند کرنا ہے۔ تو پھر وہاں پر جو ہے تعلیم یافتہ لوگوں کا کام بھی نہیں ہو گا اگر ظہور صاحب ہوتے۔ یہ حکومت بلوچستان کے اُن کی تقریر ہیں میر ظہور احمد بلیدی صاحب کا جون 2020ء کا جب انہوں نے یہاں پر کی۔ اس تقریر کے صفحہ نمبر 5 پر جائیں، آپ ضرور اس کو بعد میں دیکھ لیں اس کے صفحہ نمبر 5 پر انہوں نے کہا تھا کہ بلوچستان کا جو جائزہ بجٹ ہے حصول اخراجات۔ اُس میں بڑی تفصیل کی تقریر ہے۔ اُس میں پھر آتا ہے کہتا ہے تخمینہ。 419.922 billion روپے۔ یہ 419 billion تھا نظر ثانی شدہ بجٹ برائے سال 2019-2020 یہ 380 billion روپے ہو گیا ہے۔ اچھا پھر اُس کے بعد کہتا ہے مالی سال 2019ء کے اخراجات جانے کا تخمینہ 293 اور 276 پھر اُس کے بعد کہتا ہے 108 اور 81۔ ایک پانچویں کلاس کے بچے کو دیدو کوئی zoom کر کے آگر آپ کو بعد میں دیکھا دیں۔ یہ 3-2 لاٹنیں ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ اگر آپ 276+81 کر لیں تو جناب والا وہ 380 نہیں 357 billion بنتے ہیں۔ اور یہاں پر انہوں نے لکھا تھا اسی ایک پیراگراف پر یہ اُن کی بجٹ تقریر ہے کہ 2020ء میں۔ ہم نے ان کو کہا کہ اس طرح جلد بازی نہیں کریں آپ اتنا بڑا volumes لے آتے ہیں یہاں پر اُس دن آپ نے دیکھا ہو گا۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے وہ کوئی بہت بڑے آم کے ڈبے آئے ہوں لیکن وہ سارا بجٹ تھا کوئی دو تین آم کے ڈبوں کو ایک جتنا کردو، اُس سے بھی بڑے ادھر بجٹ کے ڈبے پڑے تھے۔ ہم نے تو نہیں دیکھے بعد میں بھی ہم نے دیکھا۔ تو کتابوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اُن پر اس طرح کے رنگین بلوچی کشیدہ کاری بھی کی گئی تھی۔

اس دفعہ تھوڑا سا اس کو خوبصورت بنانے کے لیے اوپر سے اس کا چھڑا بہتر کیا گیا تھا کور۔ اس کے اندر جناب والا! سارا جھوٹ ہے۔ اس کی اندر ساری خرابیاں ہیں اس کے اندر calculation کی، اس کے اندر حساب و کتاب کی۔ اس کے اندر عوام کی ترقیاتی عمل کے حوالے سے بہت بڑی خرابی تھی اندازہ کریں اگر یہ بجٹ بھی اسی طرح انہوں نے 2020ء کا بھی اسی طرح انہوں نے پاس کیا اور یہ document اس اسمبلی سے approve ہوا ہے یہ اسمبلی کی تفصیلی نہیں ہے کہ 2020ء کی اُن کی budget speech جس کا page 5 or 419 ہے اور 401 اور 357 یعنی 40 سے 50 ارب روپے کی صرف خامی انہوں نے پہلے بجٹ کی اُن کی speech کے پہلے 5 سے 6 صفحات میں ہیں۔ اب آتے ہیں ہمارا دوسرا احتجاج کیا تھا یہ اُن کا white paper ہے جس کو انہوں نے اس وفعہ شائع کیا ہے۔ اس white paper کے آپ جائیں صفحہ نمبر 38 پر۔ page 38 میں دیا ہوا ہے سر، کل PSDP 2020 کا allocation کا ہے۔ اس کے بعد اس میں کہا گیا ہے کہ جناب والا infrastructure sector distribution پر 48% service delivery کے بعد اس میں کہا گیا ہے کہ جناب والا oriented development framework کو چاہیے۔ اب اس کی اردو میں ترجمہ کریں شاید کچھ لوگوں کو سمجھ آجائے۔ یعنی بلوچستان کے لوگوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے والا ترقیاتی ایک ایجاد اچاہیے۔ نہ concrete centric development plan یا construction centric کہ بلوچستان کو construction centric اور concrete centric development چاہیے۔ اب plan کس کو کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ PSDP میں سڑکیں ڈالے ہو PSDP میں ریوڑیوں کی طرح۔ کیونکہ آپ کسی کو بخشش میں دیتے ہیں وہ آپ سے آ کر اسکوں، تعلیم، صحت کی سہولت نہیں مانگے گے دوایاں نہیں مانگے گے۔ یہ ایک بہت long list ہے جس کا نام لیں گے وہ آیا کہے گا مجھے روڑ دو۔ اور بلوچستان کا کرپشن میں ناکام کیوں ہے سب سے زیادہ بدنام کیوں ہے ناکام تو نہیں بدنام کیوں ہے کامیاب کیوں ہے کرپشن میں تو اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب آپ ریوڑیوں کی طرح اس سے عام بلوچستان میں اسکیمیں بانٹتے ہیں۔ ہاں کچھ طبقات کو سماجی طور پر، مالی طور پر، معاشری طور پر تو مضبوط کر رہے ہیں لیکن کس چیز کے cost پر کر رہے ہیں آپ بلوچستان کے غریب انسانوں کے بے تعلیم پیر و زگار نوجوان کے اسکوں سے محروم بچوں کے اور بیماروں کی زندگی کے کاست پر۔ یعنی اُن کی زندگی کے اُن کی جان

کے اوپر کھیل کر آپ کسی ایک کو غلط اسکیمات ڈال رہے ہیں تو بلوچستان کے سارے اسکیم یہ concrete centric ہیں اس میں ایگر لکھر میں جائیں آپ کو cold storage ملے گا وہ کہیں گے اُس میں بھی construction centric ہو گا آپ fisheries میں جائیں وہ construction centric ہیں آپ women sectors میں جائیں اُس میں بھی construction کے پروجیکٹ ہیں development میں جائیں اُس میں بھی کوئی بلڈنگ بن رہی ہو گی یہاں کوئی ایسا پروگرام نہیں ہے جو آپ کے پیداواری ذرائع کو۔ آپ کے انسانوں کے وسائل کو ان کی قابلیت اور صلاحیت کو بہتر بنائیں اس کے لیے بہت بڑی thinking کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملائیشا، سنگلا پور، چاننا یہ اس طرح نہیں نکلے ایسے بادشاہ حکومتوں کی وجہ سے قومیں ڈوب جاتی ہیں۔ قومیں اٹھتی نہیں ہیں۔ یہ جو ان thinking والی اس حکومتیں قوموں کو بتاہی اور بر بادی کے دھانے پر لے جاتے ہیں۔ آج بلوچستان کے نوجوان اگر سڑکوں پر پہاڑوں پر مارے جاتے ہیں یہ خدا جانتا ہے اس غلط پالیسیوں کی وجہ سے۔ میں کسی کو موردا الزام نہیں ٹھہرا تا۔ مایوسی، پیروزگاری، وسائل سے محرومی، تعلیم سے محرومی، نا امیدی یہ سب سے بڑے جناب والا! کسی بھی معاشرے میں انارکی وہشت، وہشت اور تخریبی پیدا کرنے کے زرائع ہوتے ہیں اور یہ کر رہے ہیں۔ کوئی ایک ایسا پروگرام بتائیں کہ کوئی ایک نوجوان attract ہو کر وہ آپ کے لیے یہاں شادیانے بجائیں۔ کر آپ کے 550 ارب روپے کے پروجیکٹ سے attract ہو کر وہ آپ کے لیے یہاں شادیانے بجائیں۔ سو شل میڈیا آپ دیکھتے ہیں باقی تو کوئی اور ہمارے پاس gallup survey ہے ہی نہیں۔ آپ جائیں بلوچستان کے لوگوں کا رہنمی آپ کے سامنے ہے۔ اس میں اڑتا لیں infrastructure کے لیے ہیں 28% انہوں نے رکھا ہوا ہے social sector کے لیے اب social sector میں بھی جس طرح میں نے آپ سے کہا اُس میں آپ سب جائیں وہ سارے construction centric ہیں۔ i کے سو شل سیکٹر میں جس میں تعلیم ہے صحت ہے سماجی انصاف ہے سماجی انصاف ہے سو شل ویلفیر ہے اس میں بھی اگر آپ کا کم از کم لوگوں کی تعلیم، تربیت، ترجیح، انفارمیشن ٹینکنالوجی، سائنس، علم، تہذیب، تمدن، آرٹ، لکھر، میوزک، اس طرح مطلب لوگوں کے اندر جذبہ پیدا کرتے کم از کم اپنے صوبے میں نہیں کسی اور صوبے میں بھی اُن کو روزگار مل جاتا۔ اس طرح کا کوئی منصوبہ نہیں ملے گا۔ باقی آ جاتا ہے production کا sector یہ آپ دیکھ رہے ہوں گے سرخ۔ یہ سرخ والا یہ چھوٹا سا یہ 7% ہے۔ میں آپ کو بتاؤں ایک منٹ کے لیے جناب والا! آپ

یعنی آپ کے گھر میں 7 کلوکا پیداوار ہے آپ کے گندم کا۔ اور باقی جو ہے 93 کلو آپ کے جو ہیں اخراجات ہیں آپ کے کھانے کے۔ ابھی آپ بتائیں کہ جس گھر میں 7 کلوکی صرف گندم پیدا ہوتی ہو سال کی۔ اور وہ سالانہ جو گندم کھاتے ہیں وہ 93 کلو ہو۔ آپ کے خیال میں وہ گھر چل سکتا ہے؟ simple لوگوں کو سمجھانے کے لیے تاکہ سمجھ آئے کہ جو production sector ہے وہ آپ کا کیا ہے۔ وہ آپ کا ایگر لیکچر ہے وہ آپ کی ماہی گیری ہے وہ آپ کی زمینداری ہے باغات ہیں آپ کی انڈسٹری ہے۔ آپ کا مائزہ اور منزہ ہیں۔ آپ کی سروں ڈیلیوری ہے human resources ہیں۔ بلوچستان کے اندر شرم کی بات ہے کہ آپ صرف پیدا 7% کرتے ہیں کھاتے 93% ہیں اور پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی ایک مجھے پیر امیر emerging Balochistan! اب بھائی! دکھادیں تو ہم سمجھیں گے یہ بلوچستان emerge ہو گیا غربت سے ایک فیصد نکل گیا بھوک سے ایک فیصد نکل گیا جہالت سے ایک فیصد اوپر نکل گیا۔ امن و امان کے اعتبار سے بلوچستان جو ہے 8 سے 10 فیصد بہتر ہو گیا۔ تو پھر ہم کہیں گے جی یہ بلوچستان emerge ہو رہا ہے لیکن فی الحال جناب والا! یہ سارے کرتوں سب sign کے Emerging Balochistan کے دے رہے ہیں جانتے Emerging Balochistan سامنے ہیں آپ سمجھتے ہیں آپ ماشاء اللہ پڑھے لکھے ہیں ڈوبتے بلوچستان کے سارے اعداد و شمار اس وقت ہمارے سامنے ہیں کوئی Emerging Balochistan کا نہیں ہے Balochistan is constantly recycling and submerging لا نہیں گے اب submerging کے جو آثار ہیں وہ کیسے آپ کو پتہ چل جاتا ہے بلوچستان میں انواع برائے تباہی دوبارہ زیادہ ہوئے۔ بد امنی کے واقعات اس چھ مہینے میں بلوچستان کے اندر شامل آپ کے ہزارہ برادری کے جس کے جنوری سے شروع کر کے دیکھیں۔ 200 کے قریب حادثات بلوچستان میں، تخریب کاری، دہشتگردی، قتل عام صحافیوں کے قتل اوث مار خودکش حملے recent حملے آج کے محلہ کے محلے، یہ 200 سے 250 سے۔ یہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ یہ emerging بلوچستان کی نشانیاں یہ ہونی چاہیے تھی کہ آپ کوئی praise indicators کوئی Human Development Reports کرتے کہ میں اگر آپ کہتے ہیں آپ کو UNDP National Human Development Report کی میں بار بار آپ کو دیکھتا چلا آ رہا ہوں۔ تو یہ اس طرح یہ کیوں۔ اور پھر دوسری بات جناب والا میں اس کو تھوڑا سا ختم کروں گا کہ میرے باقی دوست بھی اس میں بات کریں گے ان کے لئے کچھ رہ جائے points۔ ہماری پچھلی PSDP

میں حکومت بارہا یہ وعدہ کرتی چلی آ رہی ہے کہ ہم SDGs کو United Nations 2030 کے لئے تمام دنیا کے اقوام کو کچھ parameters جو ہیں goals دیتے ہیں دیتے 17 ہے۔ انہوں نے کہا آپ لوگوں سے کچھ غلطیاں اور خامیاں ہوتی ہیں کچھ حکومتیں تھوڑا بہت prioritise change ہوتی ہے۔ تو پوری دنیا میں ساری دنیا کی قیادت کو بلا یا گیا۔ اُن کو کہا کہ 2030 تک جو قویں پیچھے رہ گئیں ان کے لئے کچھ Goal مقرر کرتے ہیں۔ اور کچھ parameters دیتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس دولت ہے آپ کے پاس پیسے ہے آپ کے پاس وسائل ہیں تو اپنا focus 17 goal پر کریں آپ کی society آپ کا معاشرہ استھانام کا باعث بنے گا۔ ان Goal 17 میں سے پاکستان SDGs signatory ہے۔ آپ کی SDGs کی ایک کمیٹی اس اسمبلی کی بنی ہے۔ پھر شرم سے میری آنکھیں جھک جائیں گی۔ تین سال میں SDGs کی کمیٹی کا جس میں میں سے زیادہ ممبران ہیں میں اس میں شامل نہیں ہوں۔ تین سال میں شائد 28 ممبران کو یہ بھی پڑھنے لیں کہ SDGs کی کمیٹی کیا ہے۔ میں اس کمیٹی کا شکر ہے اب مجھے آپ لوگوں نے ممبر نہیں بنایا یہ اچھی بات ہے کیونکہ مجھے جسے جاہل کی ضرورت نہیں ہوتی اس صوبائی اسمبلی کے آپ کے اس کمیٹی میں۔ تین سال سے اپنیک صالح کی قیادت میں بنی ہوئی SDGs کی کمیٹی کی ایک میئنگ نہیں ہوئی۔ صوبائی حکومت اپنے پہلے والے PSDP کے that's going to mention Preface کرتا تھا کہ ہم جو PSDP بنا رہے ہیں میں اب پھر بھی Public Sector be in line with SDGs یعنی ہم SDGs کو منظر رکھ کر اپنا Development Program جو ہے وہ بنائیں گے یا بنارہے ہیں۔ گو کہ اُس میں یہ چیز نہیں تھی صرف انہوں نے دنیا کو دکھانے کے لئے پہلے صفحے پڑاں دیتے تھے ان میں جناب والا بالخصوص پانچ سے چھو Goals۔ اُس میں پہلا Goal جو تھا پہلا Goal یہی ہے غربت کا خاتمه، No Poverty اور بلوچستان میں multidimensional poverty index 76% کیا تھا۔ ابھی Covid کے بعد سرحدوں پر fence گلنے کے بعد تیل کا کاروبار بند کرنے کے بعد launch کیا تھا۔ زمینداروں کو بجلی نہ ملنے کے بعد ڈنڈی دل کے جملے کے بعد خشک سالی کے بعد بلوچستان میں غربت کی شرح وہ 86% پر چلی گئی ہے۔ اُس کا ایک اور Goal Health کا۔ اُس کا Goal No.3۔ جو SDGs کا Health Goal ہے، Health کے اعتبار سے۔ یہ ایک چھوٹا سا میرے خیال سے میں خاکہ آپ کو دکھا

دوں تاکہ پھر کبھی کوئی کہے گا کہ ثناء بلوج صاحب ایسے ہی بادشاہ آدمی ہے ادھر اہر کی بتیں کرتا ہے۔ بلوچستان کی آبادی کی موجودہ صورتحال یہ Population Council نے جو ہے print کیا ہے۔ آپ بھی گئے تھے، میں اور آپ بھی ساتھ تھے اس conference میں آپ نے شائد یا اپنے ساتھ نہیں لائے ہو گئے آپ حکومت والے ہیں، ہم اپوزیشن والوں کو تھوڑی بہت اس طرح کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہم اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔

**جناب چیئرمین:** بھائی ہمیں معلوم ہے ہمارے پاس بھی ہیں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** آپ بھی لا میں ہوں گے چلو۔

**جناب چیئرمین:** ہمارے پاس بھی ہے۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** آپ کے پاس ہے اس میں آپ کو بتاتا ہوں اس میں اب انہوں نے بڑے پیار اور محبت کے قناعت کا اظہار کیا کہ بلوچستان میں ہر سال تین ہزار عورتیں مجھ جیسے آپ جیسے بچے جنم دیتے وقت مر جاتے ہیں۔ اگر ماں میں بچے جائیں، بچے بچے جائیں وہ قادر ناک، ثناء بلوج، اختر حسین لانگو، نصر اللہ زیرے، ملک سکندر بن سکتے ہیں تو بلوچستان میں یہ بچوں کا حال ہے۔ ایک سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات بلوچستان میں Infant mortality سے زیادہ ہے۔ یہ اردو میں ہے میں کسی بھی بندے کو کسی بھی دن دے دوں گا اس ساری اسمبلی مبران کو دیں جب آپ بجٹ بناتے ہیں یہ کنکریٹ سے بچے ایسٹ نہیں کھائیں گے۔ یہ ماں میں جو تین ہزار مرتی ہیں۔ یہ کنکریٹ سینٹرک اور Public Sector Programm سے یہ جناب والا! ان کی زندگیاں نہیں بچ سکتی۔ اس میں لکھا ہوا ہے۔ اچھی! غذا بیت کی کمی، بلوچستان میں 31% بچے ہم اور آپ پھر بھی کوئی میں رہتے ہیں کوئی سے تھوڑا سا باہر نکلیں کوئی بھی بچہ آپ کو اس کے چہرے پر وہ روشنی نہیں ہوتی چمک سی ہوتی ہے بچپنے کی۔ جو ماں کسی کے مقصوم بچے کے چہرے پر دیکھنا چاہتے ہیں میں آپ کو حل斐ہ کھوں وہ چمک میں نے بلوچستان کے گاؤں دیہاتوں میں نہیں دیکھی۔ یہ وہی بچے ہیں بڑے ہو جاتے ہیں پھر تنخیب کا رہی بن جاتے ہیں۔ پھر دشمنگرد بھی بن جاتے ہیں جب وہی طور پر جسمانی طور پر تمام معاملات سے۔ یہ تو انہوں نے بڑی قناعت سے کام لیا ہے۔ لیکن اعداد و شمار کے مطابق بلوچستان میں 45 سے 50% بچے غذا بیت سے محروم ہیں۔ کوئی سی چیز پر درگزر۔ اسی لئے جناب والا جب ہم نے کہا تھا کہ آپ کی PSDP وہ human centric construction centric service ہو۔ اور اس کے لئے یہاں پر کوئی خدا نخواستہ اس اسمبلی میں کوئی اور خزانہ نہیں تھا۔ کوئی delivery based

جانیدا نہیں تھی کہ ارکین اُس دن آئے تھے، یا آپ کو مجبور کرنے کے لئے اسمبلی کے اجلاس سے پہلے بیٹھیں۔ آپ بلوچستان کے معاملات کو سمجھنیں پا رہے ہیں۔ آپ سے بہت سی بڑی غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں آپ ان معاملات کو درست کریں اور بہتر بجٹ لے آئیں۔ ہمارے حلقوں میں اگر آپ لوگوں کو پینے کا پانی نہیں اُتر پر دلیش اور راجستان میں ہمارے حلقوں نہیں ہیں۔ ہمارے حلقوں میں دینگیں یہی نوجوان اس سارے صوبے کے دینگے، ہمارے نوجوانوں کو ہمارے حلقوں کے نوجوانوں کو روزگار نہیں دینگیں یہی نوجوان اس سارے صوبے کے امن کو خراب کر دینگے۔ vision leadership ہونا چاہیے۔ شاء بلوج سے بغضہ ہے عداوت ہے پچھلی PSDP میں میرے 8 کروڑ کے چار ڈیمک پڑے ہوئے تھے۔ ایک سال تک اُن کی PSDP کو روکی، cabinet allocation سے منظور تھا۔ PDWD، CDWP authorization جو بنا تھا جناب والا اس PSDP میں اُس 80 کروڑ کے ایکیکشن کے فنڈ جو بلوچستان میں پیداواری ذرائع کو بہتر بناتے۔ بلوچستان Agriculture Base District بن گیا خاران، خاران کو اٹھاتے۔ وہ نکال دیے خاران احمدوال روڈ کے لئے میں ذاتی طور پر 15 دن اسلام آباد بیٹھا رہا ظہور صاحب اس بات کے گواہ ہیں۔ میں نے یہاں سے بس میں PC-1 منگوائے کہ خاران احمدوال کی سڑک پر بہتر کریں اس کا strategic importance ہے اس کا economic importance ہے یہ بلوچستان کے سارے سینٹر ڈائیوری آپ کی urbanization کو کم کرے گا یہاں پر کوئی میں وہاں پر خاران خود Urban Center بتا جا رہا ہے آپ اس کی development کریں میں نے اسلام آباد میں منت زاری کی اور جب پتہ چلا کہتا ہے نکال Departmentally Provincial PSDP سے نکال دیا۔ PSDP Federal میں Approved خاران احمدوال روڈ تھا ایک ارب روپے کا اس کو نکال دیا گیا۔ کچھ اضافات کو تین سالوں میں تیس تیس ارب روپے دیئے اور ہمارے لئے کم سے کم ہماری سڑکیں ہیں۔ آپ کو شاء بلوج کی جیب میں تو نہیں ڈال رہے ہیں۔ خاران کی یہ سڑک ہے احمدوال کی انہوں نے ختم کر دی۔ اس کے علاوہ پورے بلوچستان میں کسی ایک ڈسٹرکٹ نے پانچ سوا یکڑیز میں Industrial Zone کے لئے نہیں دی۔ ہم نے ان کو کہا پانچ سو ایکڑیز میں آج سے دو سال Industrial Department کو دیا۔ تین proposal سی ایم صاحب کے پاس گئے۔ ژوب کا گیا خاران کا گیا اور کسی اور ڈسٹرکٹ کا تو ہم نے ان کو کہا آپ تینوں کو دے دیں۔ کہتا ہے خاران کو نہیں دینا ہے۔ پانچ سوا یکڑی پر میں Industrial Zone بتتا، وہاں پر محروم نوجوان جو آج تم کہتے ہو کہ پہاڑوں پر جا رہے ہیں تخریب کاری کر رہے ہیں مایوسی ہو رہی ہے بلوچستان کو نظریہ۔ یہ سارے ادھر کسی

میں آکے کام کر رہے ہوتے۔ خاران سے اس لئے پانچ سو ایکڑ اس Industrial Project کروڑ روپے کا نکال دیا ٹوپ ڈلا ہوا ہے ٹوپ کی بڑی مہربانی ہے۔ میں نے جا کے بیلہ میں تقریری کی میں نے کہا اگر ایک سوارب روپے بھی بیلہ کے انسانوں پر Human Resources stand کرتا ہوں۔ لیکن جو بیلہ کو پیسے بجٹ خاران کے لئے ایک روپیہ نہیں مانگوں گا۔ اس بات پر میں ابھی بھی stand ہے اپنی زمینوں پر سڑکیں لے جانا کسی مائن پر سڑک لے دیئے گئے ہیں وہ construction centric ہے جانا جو بار بار تغیری ہوا ہے اندر اج کا اس کا جو بیان بیلہ کے کمھی شام لعل صاحب کریں جو ہمارے 14 دن تک تھانے میں رہے، ہم اس صوبے کو راستے پر لانے چاہتے ہیں، ہم اس صوبے کو اس بیماری سے نکالنا چاہتے ہیں یہ ہمارا وطن ہے میں حلفیہ کہتا ہوں میرا کراچی میں گھر نہیں ہے۔ لیکن کچھ لوگ شاید ساری زندگی کوئی نہیں رہے۔ وہ یہاں آکے حاکمی بھی کر کے جائیں گے۔ بعد میں یہ کہتے ہیں کہ ہم بلوچستان کو ہم اوپر لے جا رہے ہیں بلوچستان نہیں جا رہا ہے اور، آپ نے جو بلوچستان میں جو سارے وسائل کی تقسیم کی، یہ عدالتی طور پر بھی challenge ہوں گی۔ میں آخر میں صرف ان کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ اگر یہ تقریں بھی رہے ہوں گے ارباب اختیاران کے سن رہے ہوں گے محکمہ کے آفیسر ان صاحبان سن رہے ہوں گے۔ یہ بات ان تک پہنچا دیں۔ یہ وہ اسمبلی نہیں ہے جس میں آپ لوگوں کو انداھا بہرہ گونگا سمجھ کر آپ سب کچھ کرنا چاہیں۔ ہم نے جب یہ احتجاج کیا ہے، ہم نے 14 دن گزارا ہے۔ یہ بلوچستان کے اُس عوام کی قربانیوں کے زردہ برابر بھی نہیں ہے۔ ہم نے کوئی قربانی نہیں دی ہے۔ لیکن ہم نے کوئی ایسے 14 دن وہاں اس لئے قربانی نہیں دی ہے کہ ایک ایف آئی آر ختم ہو۔ وہ ایف آئی آر ہم نے اس لئے ہم نے ختم کروایا۔ کہ پوری دنیا کو دکھانا اور بتانا چاہتے تھے۔ ہم نے جرم نہیں کیا، ہم نے اسمبلی سے پیسے چوری نہیں کیا، ہم نے PSDP پر ڈاکہ نہیں ڈالا۔ ہم نے PSDP میں غلط اسکیم نہیں ڈالا۔ کہ ہمارے اوپر ایف آئی آر کٹاؤ میں، ایف آئی آر تو ان کے خلاف کئی چائے۔ جو بلوچستان کے اندر جو بلوچستان کے وسائل بلوچستان کے غریبوں کی دولت، وہ ریوڑیوں کی طرح ایسے لوگوں کو بانٹ رہے ہیں جن کو بلوچستان کے عوام نے مسترد کیا ہوا ہے۔ آپ بلوچستان کے عوام کے احترام کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔ بلوچستان کے عوام کے فیصلے کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لئے پیسے رکھ رہے ہیں جن کو بلوچستان کے عوام نے کہا کہ ان سے بیزار ہیں جس نے بھی ڈالے ہیں وہ یہ بات سن لیں۔ بلوچستان میں آج ڈیجیٹلائزیشن اور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ شعور بہت آگے نکل چکا ہے۔ یہ 2003ء کا بھی بلوچستان نہیں ہے۔ 2005ء کا بھی بلوچستان نہیں ہے یہ 2021-22 کا بلوچستان ہے۔ اس میں

colonial style governance نہیں چلے گی۔ استعماری طرز کی حکمرانی نہیں چلے گی۔ ضیاء الحق کے وقت میں روپیاں بانٹی جاتی تھیں۔ بیلڈوزر گھنٹے دینے جاتے تھے، ملازمت دی جاتی تھی، اب دوبارہ وہی کلچر ایک نئے طریقے سے پروجیکٹ کرنے کی کوشش کی گئی۔ معاشرے کے مسترد شدہ افراد کو پی ایس ڈی پی میں پیسے رکھوانا کہ وہ اپنے لئے گاڑیاں خریدیں، بندوقیں خریدیں، طاقتور ہو، معاشرے کے عزت دار آدمی کو ملک سکندر خان جیسے آدمی کی ٹوپی اور پگڑی اچھا لیں۔ ثناء بلوچ کا راستہ روکیں۔ لوگوں میں مایوسی پھیلا کیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا ہے آپ کے حلقوں میں یہی پیغام یہ دینا چاہر ہے ہیں اس پی ایس ڈی پی کے ذریعے سے۔ ہم اسمبلیوں میں نہیں ہونگے لیکن یہ دکھ یہ تکلیف بلوچستان کو دے رہے ہیں ثناء بلوچ کو نہیں دے رہے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اگر آپ کے اس PSDP کی وجہ سے اگلے دفعہ رکن اسمبلی نہیں بتا پیش نہ بنے۔ ہم نظریاتی لوگ ہیں، سیاسی لوگ ہیں ہم اس طhn کا استحقاق چاہتے ہیں۔ ہماری جدوجہد 15 یا 20 کروڑ روپے کے لئے نہیں تھی۔ لیکن ایک بھی بتاؤ کہ آپ بلوچستان کو جس آگ کی طرف جس آتش فشاں کی طرف دھکیل رہے ہو خدارا یہ کھلیں بلوچستان کے ساتھ اور یہ سارے احتجاج کا بنیادی مقصد یہی تھا قانون کی بالادستی۔ انصاف، مساوات، جہاں پر بھی جتنے شہری ہیں ٹیشن فناں کمیشن کے تحت ہم کہتے ہیں صوبوں کو یکساں تقسیم ہو ہمیں رقبے کی بنیاد پر دیا جائے، غربت کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ لڑکر بلوچستان کے لئے پیسے لاتے ہیں ادھر جو ہیں جس کا واسکٹ سب سے اچھا ہے وہ اپنے لئے سب سے زیادہ پیسے ڈال دیتا ہے۔ ایسے بلوچستان چلے گا۔ جو آدمی اپوزیشن میں ہیے آپ کے علاقے۔ میراڈیپارٹمنٹل اسکیم 20 سے 22 کروڑ روپے خاران بڑی تیزی سے اُبھرتا ہوا شہر ہے واٹر سپلائی کا۔ وہ ڈیپارٹمنٹل اسکیم نکالا۔ مطلب ہمارے مرنسی سے منشاء سے نہ ڈالیں۔ جو ڈیپارٹمنٹ نے propose کی ہیں کم از کم وہ اسکیم اس میں رہنے دیتے۔ آپ کے توسط سے جناب چیئرمین! یہ میں نے اپنے دوستوں سے ویسے صلاح نہیں کیا ہے وہ ویسے میری بات سے انکار کریں، میں دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر کے یہ جو غیر آئینی غیر قانونی قواعد و ضوابط کے برخلاف بلوچستان کے عوام کے مفادات، منشاء اُن کے مستقبل پر قدغن لگانے کے متراوف یہ جو بحث ہے، اس کو دوبارہ اس اسمبلی میں لے آئیں۔ بڑے دل گردوں کا مظاہرہ کریں اور اس پر نیا بحث کریں اور بلوچستان کے لئے خوبصورت service delivery oriented PSDP کا پروگرام یہاں پر propose کریں۔ لوگ ہمیں appreciate کریں گے۔ کوئی اس کو آپ کی جو ہے ملامتی تسلیم نہیں کریں گے یہ آپ کا بڑا فن ہو گا۔ کہ آپ سے اگر غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لے آئیں۔ یمنٹ سے سریے سے ائیوں سے کچروں سے پیسے کو نکال کر بلوچستان

میں تین سو چار سو human resource development centre بنا کیں گے پولی شینکنیک سو شش سیکورٹی نیٹ ڈالیں گے۔ بنا کیں گے۔ بلوچستان کے نوجوان مایوسی کا شکار ہیں، بیروزگاری کا شکار ہیں۔ ہم ان کے لئے اسپیش الاؤنسز کا پیچھے اور پروگرام بنا کیں گے۔ ہم لوگوں کو نوجوانوں کے لئے سوشل ویلفیر کا ایک سکالر شپ کے پروگرام بنا کیں گے۔ خودشی کرنے پر مجبور طبائع جو اپنے امتحان کے لئے فیس نہیں دے سکتے ہیں ان کے لئے کم از کم تعلیم کے دروازے کھول دینگے۔ یونیورسٹی سپورٹ کا۔ اندرونمنٹ کا، ایجوکیشن اندرونمنٹ کا پروگرام کھولیں گے۔ بنا کیں گے۔ بلوچستان میں جو ماکیں زیبگی کے دوران فوت ہو جاتی ہیں ان کے حوالے سے بہتر پروگرام بنا کیں گے۔ خوارک سے محروم بچے، تعلیم سے محروم بچے اس صوبے کے اتنے بڑے بڑے یہ negative statistic figures جو بلوچستان کے ماتھے پر داغ بنے ہوئے ہیں ان کو دھویا جا سکتا ہے جناب والا! ابھی بھی وقت نہیں گیا ابھی بھی وقت ہے اگر آپ ان باتوں کو سمجھیں۔ تین ہزار ٹیوب ویلز بلوچستان کے سرحد پر لگائے۔ وہ تو میں نے لایا ہے ان کی بجٹ تقریر ہے میں کسی کو دے دوں گا۔ یہ ساری PSDP کی سرجری کی ہے اس سے نکلا ہے۔ اتنے ambiguous project کہتا ہوں حلفیہ اگر کسی بچے کو دے دیتے وہ بھی اتنے ambigious اتنے ڈرٹی یا اتنے کرپٹ ٹکمیں نہیں ڈالتے۔ تین ہزار ٹیوب ویل لگا کیں گے بلوچستان کے سرحدوں میں، نہ کوئی ضلع کا نام ہے نہ کوئی علاقے کا نام نہ کوئی اس کی PC۔ اس پی ایس ڈی پی کو اگر عدالت خدا کرے سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ اگر وہ کچھ بلوچستان کی بات سنیں۔ اس کو لے جا کیں یہ بلوچستان کے ماتھے پرسب سے بڑا داغ ہو گا۔ اس میں پیسے کوئی لوٹی ہوئی رقم بھی اس طریقے سے غلط طریقے سے تقسیم نہیں کرتا جتنا آپ نے بلوچستان کے لوگوں کے بھے ہوئے خون کی رقم یہ جو پیسہ آج این ایف سی سے جو ملا ہے یہ بلوچستان کے عوام کی قربانیوں، جیل، جدو جہد، خون، پسینے اور مُسخ شدہ لاشوں کے بعد بلوچستان کو یہ حصہ ملا۔ اور اس سارے حصے کے پیسے کو کوئی 10 percent کوئی percent 20 کوئی percent 40 کا نام دے کر اسکمیں ڈلوکے لے جاتا ہے۔ روکیں گے میں نے ایک offer یہ کیا کہ ہم ابھی بھی تیار ہیں اس پر آپ کو رہنمائی کے لئے لیکن اگر آپ نے یہ والی بات آج کے ریکووزٹ اجلاس کے توسط سے مسترد کر دیا۔ ہم 14 دن جیل میں گزار سکتے ہیں، ہم 14 دن سپریم کورٹ کے سامنے دھرنادیکر بھی گزار سکتے ہیں۔۔۔ (ڈیک جائے گئے)۔۔۔ نہیں ہونے دینگے۔ بلوچستان کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دینگے۔ اس کو نوٹ کر لیں کہ یہ جو دونبمر کے جیلی پروجیکٹ ڈالے ہیں ان پر

ٹینڈرنگ شروع ہو جائیگی۔ وہ دن گیا کہ لوگ جو ہیں خوشی سے بلوچستان کے مال کو شیر ماڈر سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش کریں گے۔ بلوچستان کے عوام کی مفادات کا دفاع کیا ہے۔ خون دے کر کیا ہے۔ قربانیاں دے کے کیا ہے۔ اب دھر نے بھی کریں گے۔ ہر تال بھی کریں گے، تقریبھی کی request بھی آپ سے کر رہے ہیں۔ اپل بھی کر رہے ہیں نہیں مانیں، پھر ہم انشاء اللہ۔ شکر یہ جناب چیئرمین آپ کا انتہائی مشکور ہوں۔

**جناب چیئرمین:** شکر یہ۔ جی زابر یکی صاحب۔

**میرزادعلی ریکی:** شکر یہ جناب چیئرمین صاحب۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ جون کام مہینہ بدقتی سے ہم لوگوں نے ہمارے تمام ممبروں نے بلوچستان اسمبلی کے سامنے جو دھرنا دیتے تھے، ہم نے اسی حوالے سے دھرنا دیتے تھے کہ جناب چیئرمین صاحب! یہ جو بلوچستان میں دھماکے ہو رہے ہیں، بلوچستان میں اغواہ برائے تاداں ہو رہے ہیں، بلوچستان میں جوجون کام مہینہ ہے، PSDP آرہا ہے، ہم اس وجہ سے دھرنا دے کر کے بیٹھے کہ گورنمنٹ وزیر اعلیٰ بلوچستان آکے دیکھ لے کہ سارے ممبر اپوزیشن کے بیٹھے ہیں وجہ کیا ہے بیٹھنے کا۔ اور اس کے بعد 18 جون کو جناب چیئرمین صاحب! جو حالت ہوئی اسمبلی کی۔ اس مقدس ایوان کی تقدس کی، جتنی نمائندت کی جائے کم ہے۔ ہماری ممبروں کو بابور حیم، ہمارے بہن شکلیل نوید دہوار، واحد صدقی جو اسلام آباد میں ہسپتال میں ہیں، یہ حالت ہے 18 جون کا۔ اس کے باوجود اس گورنمنٹ نے اس وزیر اعلیٰ نے جام صاحب نے جو ایف آئی آر بلوچستان کے تمام اپوزیشن ممبروں کے خلاف ایف آئی آر درج کی، ہم خود جا کے باعزت تھانے میں بیٹھ گئے۔ گورنمنٹ نے کہا یہ غنڈے ہیں، چیئرمین صاحب! ہم غنڈے نہیں ہیں، ہم بلوچستان کے حقیقی وارث ہیں۔ ہم بلوچستان کے عوام نے ہمیں نمائندہ کر کے بھیجا ہے جناب چیئرمین صاحب ہم حقیقی نمائندے ہیں۔ عوام نے ووٹ دیکر ہمیں اسمبلی میں بھیجا ہے۔ ہم اس کی آواز اسمبلی کے فورم تک جہاں تک جاتا ہے ہمیں جانا چاہیے۔ جناب چیئرمین صاحب! بجٹ سیشن میں ہمارے فائننس منسٹر ظہور صاحب چلے گئے۔ جب بات کرنے کا موقع آتا ہے وہ چلے جاتے ہیں۔ تو سننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اس نے بجٹ سیشن میں اس نے ایسی باتیں کی ہیں کہ یہ ممبران 10 یا 10 کروڑ کے لئے بڑے بڑے باتیں کر رہے ہیں۔ ہم آٹھ یاد کروڑ کے لئے ہم تھانے میں نہیں بیٹھے تھے جناب چیئرمین صاحب! ظہور صاحب آجاتے ابھی میں اس کا بتا دیتا۔ اس کی وہ ویڈیو اس کی وہ باتیں، پتہ نہیں کہاں سے سنائے کہاں سے وہ عمل کر رہا ہے یہ باتیں ہمیں بتانے کیلئے۔ جناب چیئرمین صاحب! ہمیں عوام نے نمائندہ کر کے بھیجا ہے۔ ہم selected نہیں ہیں جناب چیئرمین صاحب selected وہ ہیں کہ ان لوگوں کو selected کر کے

اسمبلی میں بھیجا گیا ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ ہم 23 ایم پی اے جناب چیئرمین صاحب! ہم 23 ایم پی اے کو عوام نے خلوص دل سے آکے ہمیں ووٹ دے کے اس اسمبلی میں بھیجا ہے۔ ہم عوام کے حقیقی نمائندے ہیں۔ عوام کے حقوق کی خاطر چاہے اسمبلی ہو، چاہے عدالت ہو، چاہے سپریم کورٹ ہو، ہم جانے کیلئے تیار ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! 3 سالوں میں پی ایس ڈی پی میں میرے ڈسٹرکٹ واشک کو نظر انداز کیا ہے۔ پتہ نہیں اس واشک ڈسٹرکٹ میں ماٹھیل سے لیکر آپ کا واشک، واشک سے لیکر بسمہ، ناگ تک، اس عوام نے آخر کیا گناہ کیا ہے جناب چیئرمین صاحب؟۔ یہ جو تیری پی ایس ڈی پی ہے جناب چیئرمین صاحب 22-2021ء کی۔ اس کو میں دیکھ دیکھ کے میں تھک گیا اس میں سوائے جو غیر منتخب ہیں، عوام کے نمائندے نہیں ہیں، ان لوگوں کو ساٹھ کروڑ پچاس کروڑ کا جو ایکم دیا ہے یہ جا کے آپ کرپشن کریں۔ یہ روڈ ان روڈوں کو آپ جناب چیئرمین صاحب! واشک کے ٹاؤن، ماٹھیل کے ٹاؤن، بسمہ کے ٹاؤن، ناگ، دھڑان جنگیان کی گلیوں میں یہ روڈ ز آپ کر لیں۔ یہ کرپشن کے یعنی کرپشن کے روڈز ہیں جناب چیئرمین صاحب ساٹھ کروڑ اس نے رکھے ہیں۔ کہ یہ کام لیں ٹھیکہ لیں یہ کرپشن کریں جناب چیئرمین صاحب یہ آپ اسمبلی کے سامنے یہ لے لیں، یہ ریکارڈ ہے، یہ ریکارڈ ہے جناب چیئرمین صاحب یہ ریکارڈ اسمبلی میں رکھیں کہ یہ حالت ہے واشک کی جناب چیئرمین صاحب۔ جناب چیئرمین صاحب میرا ڈسٹرکٹ میری عوام وہ محبت وطن عوام ہیں پاکستان کے لئے اس سرزی میں کے لئے قربانی دی ہیں ابھی دے رہے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب ماٹھیل ایران بارڈر ہے۔ ایران بارڈر ہے فینسنگ کا جب کام شروع ہوا میرے ماٹھیل کے غیور عوام نے خود جا کے گورنمنٹ کے ساتھ جا کے یہ فینسنگ کا کام کیا۔ ماٹھیل بارڈر میں جناب چیئرمین صاحب ماٹھیل کی عوام، ماٹھیل محبت وطن، کسی ہشتنگر دکوان اس نے آج تک ماٹھیل میں نہیں چھوڑا ہے کہ میرے پولیس اہلکاروں کو شہید کریں میرے لیویز اہلکاروں کو شہید کریں میرے ایف سی کے اہلکاروں کو شہید کریں۔ یہ اجمل رہا ہے کہ آج ماٹھیل کو نظر انداز کر رہے ہیں واشک میں جناب چیئرمین صاحب او جی ڈی سی ایل کا ایک سال سے کام ہو رہا ہے۔ پنگ تاگ میں پی پی ایل کام کر رہا ہے مگر ایک دہشت گرد کو اس عوام نے نہیں چھوڑا ہے کہ آپ کے اس پروجیکٹ کو ناکام کریں یہ صلہ عوام کو مل رہا ہے جناب چیئرمین صاحب۔ بندوق اٹھا رہے ہیں میرے بندے جناب چیئرمین صاحب یا اسمبلی گواہ ہے۔ وہاں کے جو بندے ہیں وہاں کے سارے ادارے ہیں وہاں کے سب پوچھیں آئی جی پولیس طاہر صاحب بیٹھے ہیں وہ پوچھ بھی سکتے ہیں باقی ادارے بھی پوچھ سکتے ہیں۔ قربانی دے رہے ہیں اس سرزی میں کے لئے مگر کاش، کاش یہ حالت اس پی ایس ڈی پی کا نہ روڈ رکھا ہے گلی نہ والٹ سپلائی نہ ڈیم۔ کیا اس پی

ایس ڈی پی میں کیا رکھا ہے واٹک کے لئے؟۔ یونین کوسل ٹنگر میں جناب چیئرمین صاحب کسی نے اپنی والدہ کو شہید کیا اس سرزی میں کے لئے۔ اس پاکستان کے لئے۔ اس یونین کوسل میں ایک روپے کا کام اس پی ایس ڈی پی میں نہیں رکھا ہے اور گورنمنٹ کہتی ہے وزیر اعلیٰ کہتا ہے کہ میں نے اچھی پی ایس ڈی پی بنائی ہے۔ آپ خود کہہ رہے ہیں کہ پی ایس ڈی پی میرے کیبنت اور مجھے خود معلوم نہیں ہے تو یہ حالت ہے اس پی ایس ڈی پی کی کہ آپ خود کہہ رہے ہیں کہ مجھے پتہ ہی نہیں ہے آپ کے کیبنت کو پتہ ہی نہیں ہے تین بجے جب ٹیبل ہوتا ہے اسمبلی میں چار بجے اجلاس ہے بجٹ کا یہ حالت ہے بلوچستان کا یہ چیئرمین صاحب یہ بلوچستان کہاں سے ترقی کرے گا آخر اس بدجنت واٹک ڈسٹرکٹ نے جناب چیئرمین صاحب کیا گناہ کیا ہے اس نے میرے خیال سے ایک گناہ کیا ہوا ہے کہ مجھے اپنا نمائندہ کر کے اسمبلی میں بھیجا ہے (ڈیک بجائے گئے) جناب چیئرمین صاحب میں دو دفعہ 2018 کے ایکشن میں عوام نے نمائندہ دو دفعہ ایکشن ہوا ہے میں اسمبلی کے بعد پھر آیا ہوں آخر یہ گورنمنٹ اور یہ کیبنت کیوں اس طرح میرے حلقے میں یہ کیوں اس طرح کر رہے ہیں جناب چیئرمین صاحب کچھ دن اخبار میں آیا کہ دو ارب پتہ نہیں وزیر اعلیٰ کے جہاز اور ہیلی کا پڑ کا خرچ آیا پتہ نہیں باقی دوستوں نے بھی اخبار میں پڑھا ہوگا ایک ارب 78 کروڑ ہیں کتنے ہیں۔ آپ نے واٹک کو کیا دیا ہے آپ کیادے رہے ہیں آکر یہ ظلم آپ کیوں اس طرح کر رہے ہیں آخر آپ کو خوف اللہ نہیں ہے۔ آپ کو ایک دن اللہ کے سامنے کیا جواب دینا پڑے گا جناب چیئرمین صاحب نمازو تو پڑھتے ہیں پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتے ہیں تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں ذکر بھی کرتے ہیں قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں بھلے بندے کے حقوق اللہ آپ سے پوچھے گا بندوں کا حقوق آپ سے اللہ پوچھے گا کہ میں نے آپ کو وزیر اعلیٰ بلوچستان بنایا ہے۔ یہ جو وزیر وغیرہ میٹھے ہیں یہاں پر کیبنت کے جتنے وزیر بیٹھے ہیں ان لوگوں سے بھی پوچھھے گا کہ آپ لوگ کیوں اس طرح ان حقوقوں میں کیوں ظلم کر رہے ہیں؟۔ آخر یہ حلقے یہ کہاں ہیں ان حقوقوں نے کیا گناہ کیا ہوا ہے جناب چیئرمین صاحب ان حقوقوں نے کیا بدمعاشی کی ہے۔ ان حقوقوں نے کیا اسلام اٹھایا ہے اس سرزی میں کے خلاف۔ آپ اس کو یہ صلدے رہے ہیں اگر بات کریں کہتے ہیں آپ بات کر رہے ہیں نہیں کریں چُپ ہو جائیں تو آپ کہتے ہیں کہ بالکل ہم صحیح چل رہے ہیں آپ خاک صحیح چل رہے ہیں بلوچستان کو آپ نے دلدل میں پھنسایا ہے۔ بلوچستان بھی اس گورنمنٹ کے ہاتھوں ترقی نہیں کرے گا جناب چیئرمین صاحب کہ یہ نظلوم عوام یہ غریب عوام یہ مسکین عوام کہ اس ملک کے لئے فربانی بھی دے رہے ہیں اس ملک کے لئے پاکستان کیلئے نفرے بھی لگا رہے ہیں مگر اس کا صلد آپ کیادے رہے ہیں۔ کیوں اس طرح کر رہے ہیں اس عوام کے ساتھ؟۔ مجھے نہ دیں مجھے ایک روپے کی ضرورت نہیں ہے

جناب چیئر مین صاحب میرے حلقوں میں وہ جا کے خود چیک کریں کس جگہ میں واٹر سپلائی بجلی روڈ ہسپتال سکول ڈیم وغیرہ کیا چاہیے خود جا کے تقسیم کریں۔ مگر کاش اُس میں یہ روڈ بھی نہیں ڈالا آپ نے کہ واشک ترقی کریں۔ ناگ، بیسمہ، گڑا نگ جنگیاں۔ جناب چیئر مین صاحب! جب کبھی حالت خراب ہوتے ہیں تو میرے عوام سب سے پہلے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ پولیس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، لیویز کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، FC کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جناب چیئر مین صاحب۔ آپ پوچھ سکتے ہیں ماٹکلیں میں کرنل عبدالباقي بیٹھا ہے، واشک میں کرنل حماد بیٹھا ہے، بیسمہ میں کرنل اویس بیٹھا ہے۔ آپ پوچھیں کے یہ عوام، یہ عوام واشک کے غدار ہیں یا محبت وطن ہیں؟ یہ عوام پاکستان کے لیے قربانی دے رہے ہیں یا نہیں یہ پاکستان کے غدار ہیں؟ نہیں! جناب چیئر مین صاحب آپ پوچھ سکتے ہیں، مگر اُس لوگوں کی سزا یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو zero پر رکھیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے، یہ کیوں اس ڈسٹرکٹ کے ساتھ کیوں اس طرح ہورہا ہے؟ اُس کی وجہ یہ ہے کہ میں باپ پارٹی سے نہیں ہوں۔ اگر میں باپ پارٹی سے ہوتا تو آج مجھے دو تین ارب ملتے۔ میں جناب چیئر مین صاحب میں ایک بلوچ ہوں، میرے اس Ship MPA سے ہٹ کر میری ایک history ہے۔ میرے والد کی ایک history ہے۔ بارڈر کے حوالے سے، بارڈر کے حوالے سے ایک history ہے۔ جناب چیئر مین صاحب بارڈر میں جو مسئلے ہوتے ہیں سب سے پہلے ہمیں call کرتے ہیں کہ آپ آجائیں، ہم بندوق بھی اٹھاتے ہیں، بندوق بھی اٹھائی ہیں جناب چیئر مین صاحب، اس اسمبلی کے سامنے میں کہتا ہوں۔ ظہور، فناں منشہ صاحب آپ پہلے تربت میں جائیں، آپ جائیں اپنے بارڈر میں جائیں، آپ تو یہاں پر بیٹھے ہیں، آپ تو ڈر رہے ہیں، آپ ڈر رہے ہیں، آپ فناں منشہ ہیں آپ جائیں امن و امان کو برقرار رکھیں، آپ آجائیں بارڈر کو دیکھیں، آپ تین سالوں میں فناں منشہ صاحب ایک دن بارڈر گئے ہیں؟ آپ ایک دن وہاں پر کھلی کچھری کی ہے؟ آپ نے ایک دن دھنگر دے سامنے آپ نکلے ہیں؟ نہیں! آپ نہیں نکل سکتے ہیں، آپ خالی سیٹ کا، اقتدار کے لیے آپ بیٹھے ہیں۔ آپ کو اس ملک کے لیے اس وطن کے لیے آپ قربانی نہیں دے سکتے۔ پنجگور کی حالت دیکھیں جناب چیئر مین صاحب! پنجگور میں دن دیہاڑے بندے انفو ہورہے ہیں، FC، پولیس، لیویز کو شہید کر رہے ہیں، وہاں آپ کہاں ہیں؟ دیکھا دیں نا۔ کیوں یہ ماٹکلیں میں نہیں ہورہا ہے، کیوں یہ واشک میں نہیں ہورہا ہے، کیوں یہ پاکستان میں نہیں ہے، یہ اس وجہ سے نہیں ہورہا ہے کہ وہ وطن ہے وطن کے لیے وہ محبت وطن ہیں وہ عوام خود اپنے علاقے کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ کنٹرول کیا ہوا ہے، اسلام اٹھایا کسی دھنگر دکونہیں چھوڑ رہے ہیں، اُس کی سزا یہ ہے کہ PSDP میں اُس کو zero کر رہے ہیں۔ ملازمت آتی ہیں

وہ بھی zero ہیں، ہر حوالے سے zero ہیں۔ آخر اس عوام کو میں چیئر مین صاحب کہاں لے جاؤں؟ جناب چیئر مین صاحب مداخلت پر مداخلت، 2013ء میں earthquake آیا، زلزلہ کا 2013ء میں دس کروڑ روپے جناب چیئر مین صاحب earthquake دس کروڑ روپے اس سال میں نے دو دفعہ release کیے۔ مگر بدجنت وہاں پر ایک ڈپٹی کمشنر بیٹھا ہے شفقت، اُس نے جناب چیئر مین صاحب اُس دس کروڑ روپے کو پتہ نہیں کس کے کہنے پر کہ جس بندے نے مجھے لایا ہے مجھے task کر کے بھیجا ہے، میں یہ دس کروڑ روپے دینے کے لیے تیار ہوں واشک اور ماشکیل کے عوام کو۔ اُس نے 30 تاریخ کو وہ پیسے lapse کر دیئے۔ یہ پیسے جناب چیئر مین صاحب میں نے اپنی ذات کے لیے نہیں لیے تھے، جو 2013ء میں earthquake ہوا تھا، PDMA کی list موجود تھی، با قاعدہ PDMA کی ایک ماشکیل گئی تھی survey کے لیے کہ واقعی یہ مستحق ہیں اس بندوں کو پیسے دینے ہیں، مگر پیسے اس بدجنت DC شفقت نے پیسے lapse کیے۔ دو دفعہ، تین دفعہ، چیف سیکرٹری کے پاس گیا، اب چیف سیکرٹری یہاں سے اٹھ کر چلے گئے، میں نے کہا چیف سیکرٹری صاحب میں کر پشن کے لیے یہ پیسے میں اپنی حیث میں نہیں ڈالتا ہوں۔ مجھے یہ پیسے نہیں چاہیے، جس PDMA نے list پیسے جا کر ماشکیل کے انہی بندوں کو چاہے فی بندے کو لاکھ روپے ملتے ہیں، چاہے 50 ہزار روپے ملتے ہیں یہ انہی لوگوں کا حق ہے، مگر 30 تاریخ کو پیسے lapse ہو گئے۔ کس وجہ سے کہ وہاں کے جناب چیئر مین صاحب ماشکیل میں باپ پارٹی نے اُس کو نہیں چھوڑا کہ یہ پیسے وہاں پر جائیں گے، غریب بندوں کو ملیں گے، کیوں کہ وہاں پر زابر کی کا bank vote کر دیا گی وہاں پر زیادہ ہے۔ آپ نے بھی ووٹ لیا ہے وہاں سے، اگر میں نے 4 ہزار ماشکیل سے ووٹ لیے ہیں آپ نے بھی 1500 ووٹ لیے ہوئے ہیں۔ آپ پہلے بھی منستر ہے ہیں مگر بدقتی سے آپ وہاں پر آپ نے پیسے نہیں دیئے، عل جان صاحب بیٹھے ہیں، عل جان صاحب، جناب چیئر مین صاحب ابھی میری آگ لگ گئی، عل جان بیٹھے ہیں مگر ان ٹائم پر CM صاحب کے عل جان صاحب نے خود آکر ماشکیل کو visit کیا۔ وہ خود آکر نگران وزیر اعلیٰ تھا، اُس نے آکر ماشکیل کا visit کیا کہ واقعی ماشکیل earthquake میں بالکل ختم ہو گیا، 30 بندے ختم ہو گئے، کتنے زخمی ہو گئے، آخر اس عوام نے کیا گناہ کیا ہے، آخر اس عوام کا قصور کیا ہے جناب چیئر مین صاحب، یہاں سے لے اسلام آباد تک اس ڈسٹرکٹ کے لیے میں نے وہ آوازیں اٹھائی ہیں، اپنی ذات کے لیے خدا گواہ ہے میں نے اپنی ذات کے لیے نہیں کیا، میں نے اس عوام کے لیے جو دروازہ میں نے دیکھا ہے میں نے کھٹکھٹایا ہے۔ خدا کے لیے اس واشک پر حرم کرو۔ جناب چیئر مین صاحب یہ حالت ہے، کہتے ہیں بات کر رہے ہیں،

بات کرتا ہوں تو آپ براحت کریں، آخر کیوں اس طرح ہوتا ہے جناب چیئرمین صاحب۔ دوسارب lapse کیے تین سالوں میں جناب چیئرمین صاحب دوسارب lapse کیے۔ یہ دوسارب آپ کی گورنمنٹ نالائق ہے، دوسارب آپ دے دیں ہم دو مہینے میں اس بلوجستان کے جتنے ڈسٹرکٹ ہیں ہم اس کو خرچ کر لیں گے۔ آپ نے کیوں یہ lapse کیے یہ دوسارب روپے؟ یہ بلوجستان کے غریب عوام کے پیسے ہیں، کس وجہ سے آپ نے lapse کیے، آپ یہ دوسارب کچھ نہیں کر سکتے کم از کم کوئی سے کراچی تک روڈ بنایتے، یہ کیا حالت ہے جناب چیئرمین صاحب آخر ہمارے باقی اور دوست وغیرہ چیئرمین صاحب بات کرنا چاہتے ہیں، منسٹر صاحب آگئے ہیں ہم منسٹر صاحب۔ وہ بھی اس میں دیکھیں کہ حالت ہے بلوجستان کی اور کل جناب چیئرمین صاحب ملک عبداللہ کاسی کا جب ہم مسلم باغ سے آرہے تھے ادھر گئے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ہمارے اصغر خان بیٹھے ہیں اصغر خان صاحب آپ کا دل خراب نہیں ہوا کر میں ہوتا تو میں آج گورنمنٹ کو کہتا، وزیر اعلیٰ کو کہتا مجھے آپ کے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے بندے دن دھاڑے انوغاء ہو رہے ہیں، میں آپ کے ساتھ کیوں بیٹھوں؟ اس بیٹھنے سے بہتر ہے میں جا کر اپوزیشن میں بیٹھوں۔ اور ہمارے لا اعتمان صاحب جو شہید ہوئے آخر میں بات کو windup کرتا ہوں جناب چیئرمین صاحب۔ لا اعتمان جو شہید ہوئے ہیں ہمارے نصر اللہ زیرے نے، اُس کی پارٹی نے جو فیصلہ کیا ہوا ہے جس بندے کے اوپر جسٹس فائز عیسیٰ کے اوپر تو ٹھیک ہے گورنمنٹ کو چاہیے اُسی کے ہاتھ میں دے دیں، وہ تحقیقات کرے گا تو پتہ چلے گا کہ کون قصور وار ہے، کون نہیں ہے، کون بے گناہ ہے اس حوالے سے، شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔

**جناب چیئرمین:** شکریہ۔ Rules of Procedure کی جو (A) 21 کے تحت تین گھنٹے آپ کے پورے ہو گئے ہیں۔ اگلی نشست میں پھر بات کر لیں۔ تین گھنٹے۔

**جناب چیئرمین:** اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعہ مورخہ 9 جولائی 2021ء بوقت سہ پہر 4:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 07:00 بجکدر 27 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

06/جولائی 2021ء (مباحثات)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

58